امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۸/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۲/مارچ ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 12

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- ایک صاحب دل انسان کی رحلت
- حکایات اہل دل
- سوشل میڈیا کا بیجا استعمال
- اردو لغت اور تلفظ
- اختلاف وانتشار سے بچئے
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے

خطبۂ صدارت

بموقع خصوصی اجلاس برائے ترغیب تعلیم وترقی اردو منعقدہ ۱۳-۱۴/مارچ ۲۰۲۱ء بمقام راعین اردو گرلس پلس ٹو اسکول لیک روڈ، رانچی

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

اللہ کے نام سے

اللہ کا بڑا فضل واحسان ہے کہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے خدام دین وملت کی موجودگی میں جھارکھنڈ کا دل دردمند اور دماغ فکرمند یہاں جمع ہے، علماء بھی ہیں، اہل علم بھی اور الگ الگ نوعیتوں سے دین وملت کی خدمت کرنے والے ہنرمند بھی۔ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم سب اسلام کی امانت اور دین کی نعمت کو اگلی نسل میں کس طرح اتاریں، انہیں اس بار امانت کا ذمہ دار کس طرح بنائیں، تاکہ آنے والی نسلیں اس نعمت کو سنبھالے رکھیں، شریعت پر عمل کرتی رہیں اور قرآن مقدس کے نور سے زندگی کی راہ کو روشن رکھیں ــــ یہ بنیادی سوال ہے، جس کا جواب تلاش کرنا ہے اور آنے والی نسلوں کے ایمان کو باقی رکھنے کا طریقہ کار طے کرنا ہے۔

دوسرا بہت اہم مسئلہ اپنی تہذیب وثقافت، اپنی زبان اور اپنے ادب کو نہ صرف باقی رکھنا ہے، بلکہ اسے ترقی دینا ہے، جو ہماری تہذیب، اعلیٰ قدروں، مستحکم روایتوں، انسانی طور طریقوں، اخلاق وآداب، لحاظ وخیال اور نشست وبرخواست کے لطیف انداز کا بہترین نمونہ ہے۔ ہماری زبان مٹھاس کا احساس کراتی ہے، جب کانوں پہ ٹکراتی ہے تو جلترنگ بج اٹھتا ہے، یہ لفظوں کی پیوندکاری سے دلوں کو جوڑتی ہے، محبت کا رشتہ قائم کردیتی ہے ــــ سوال یہ ہے کہ نفرت اور تشدد کے سیلاب میں ہم کہاں اور کیسے جزیرہ بنائیں، جس سے ہماری تہذیب وثقافت بچ سکے، پھل پھول سکے، اور تہذیبی یلغار سے اسے بچا سکیں ــــ سوال زبان کا ہے جو بڑا اہم ہے، ہماری زبان اردو ہے اور نظر آرہا ہے کہ اردو ختم ہورہی ہے، ہم اس کے تنوں میں تراوٹ کیسے پیدا کریں، ہم ایسا کیا کریں کہ اس سوکھتے درخت میں نئی کونپلیں نکل آئیں اور پھر ــــ بیٹھے جو اس شجر کے تلے وہ نہال ہو۔

تیسرا بڑا اہم معاملہ ہمارے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کا ہے، ہم جسے تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کہتے اور سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ صاحبزادہ نے بی اے، ایم اے، پی ایچ ڈی کرلیا، الحمدللہ، ماشاء اللہ ــــ لیکن یقین کیجئے عام کالجوں میں جو تعلیم ہورہی ہے، وہ اعلیٰ نہیں ہے، اعلیٰ تعلیم وہ ہے جو انسٹی ٹیوٹ آف نیشنل امپورٹنس (آئی این آئی) میں ہورہی ہے، ان معیاری قومی تعلیم گاہوں میں ہمارے بچے کہاں پہونچ پارہے ہیں؟ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ رحمانی تھرٹی کی مسلسل کوشش اور کاوش کے نتیجہ میں ان معیاری اور قابل فخر اداروں میں ہمارے بچے نظر آنے لگے ہیں، لیکن یہ سفر بہت لمبا ہے، اور اس کا کوئی مختصر راستہ، کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے۔

یہ سارے وہ معاملے ہیں جو آپ کی توجہ، پوری دلچسپی، پورا انہماک چاہتے ہیں، آپ سے ارادہ، جرأت اقدام اور مسلسل عمل چاہتے ہیں، آپ نے حوصلہ اور ہمت کے ساتھ ان معاملوں کے سلسلہ میں کام کرنا شروع کردیا تو آپ کے بچوں کا، ملت کے نونہالوں کا مستقبل روشن ہوگا، آنے والی نسلوں کے ایمان کی گارنٹی رہے گی اور آپ اللہ کے دربار میں سرخرو رہیں گے۔

آج ہمارے، آپ کے بچے دین سے ناواقف ہورہے ہیں، وہ قرآن پاک اور اردو نہیں پڑھ رہے ہیں، ان میں تہذیب اور شائستگی کی بڑی کمی ہے۔ یہ حقیقت ہے، وجہ کیا ہے؟ ہماری سستی، ہماری بے رغبتی، ہماری بے توجہی اور بے اعتنائی ــــ نہ دینی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں، نہ عصری تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے، نہ نئی نسل میں زبان اور تہذیب وثقافت سکھانے کی فکر ہے، بتائیے بات بنے گی کیسے؟

ہمیں بچوں اور بچیوں کو گھروں میں دین اور دینداری سکھانا ہوگی، جتنا دین ہم جانتے ہیں، ہمارے گھر کی عورتیں جانتی ہیں، انہیں بچوں اور بچیوں کو سکھانا ہم پر فرض ہے، پڑوسیوں کو دین سکھانا، ان میں دینداری پیدا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

قرآن پاک اور اردو کی تعلیم، تہذیب وشائستگی، طور طریقہ اور ادب نہیں سکھائیں گے تو وہ ان چیزوں کا علم کہاں حاصل کریں گے؟ سوچئے اور ڈوب کر سوچئے!

بڑا اہم مسئلہ زبان اور تعلیمی نظام کا ہے۔ اردو زندہ ہے اسلئے کہ وہ عوام کی زبان ہے، بول چال کی زبان ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ پچھلے پینتالیس پچاس سال سے اخبارات کے ذریعہ، نصاب کی کتابوں کے، ریڈیو پھر ٹیلی وژن کے ذریعہ ایسی زبان کو مسلط کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی جو عوامی زبان نہیں تھی، نئے نئے الفاظ بنائے گئے اور انہیں زبان پر چڑھایا گیا، لکھاوٹ میں سنجگت (संयुक्त) کی مشکل شکلیں نکالی گئیں، اور انہیں سکھانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، حکومت اور سمجھدار شدت پسندوں نے بڑی ذہانت کے ساتھ مرتب انداز میں ایک نئی اور بالکل نا آشنا زبان کو رائج کیا ہے، جو آہستہ آہستہ عوام کی زبان بن رہی ہے، اور اب نئی قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کے ذریعہ ایسی کوششوں کو آگے بڑھایا جائے گا، اور اردو کیلئے راہیں بند کی جائیں گی، وجہ یہ ہے کہ اب نادیدہ اور غیر مکتوب دور کو لانے کی کوشش کی جارہی ہے، جو تصوراتی اور خیالی ہے، اسی لئے نئی قومی تعلیمی پالیسی کے ابتدائیہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ ”ہندوستان کے قدیم اور سناتنی علوم اور افکار کے پیش نظر یہ پالیسی تیار کی گئی ہے“، یعنی اس پالیسی کے اگلے صفحات میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسکے ذریعہ سناتن دھرمیوں کو تیار کرنیکی کوشش ہوگی۔ یہ ایک ”نظریاتی پالیسی“ ہے۔

اس پوری تعلیمی پالیسی میں کہیں اردو کا ذکر نہیں ہے، جبکہ ابھی تک اتر بھارت میں رابطہ کا ایک بڑا ذریعہ اردو ہے، جسے زبردستی ہندی کہا جاتا ہے، اس تعلیمی پالیسی کے چند جملے خوش آئند ہیں، جن کے ذریعہ مادری زبان کی ضرورت اور اہمیت کو مانا گیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ ”پڑھنے والے بچوں کو دوسری زبان کے بجائے مادری زبان میں باتیں زیادہ سمجھ میں آتی ہیں اور وہ نئے افکار وخیالات سے جلد آشنا ہوتے ہیں“ (پیرا ۴/۱۱) ساتھ ہی اسی پیراگراف میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”جہاں تک ہوسکے، پانچویں جماعت تک کی تعلیم پھر آٹھویں جماعت اور اس سے آگے بھی تعلیم مادری زبان، گھریلو، مقامی یا علاقائی زبان میں ہوگی“۔ اس طرح بات مادری زبان سے چلی اور گھریلو، مقامی یا علاقائی زبان تک جا پہونچی، یہ کون طے کرے گا کہ ایک طالب علم کی مادری زبان کیا ہے، گھریلو یا مقامی زبان کونسی ہے اور علاقائی زبان کسے قرار دیا جائے، اور جب مادری زبان اور علاقائی زبان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو انتخاب کا اختیار کسے ہوگا؟۔ مادری زبان کے ساتھ ساتھ تین زبانوں کا ذکر ہی بہت پیچدار ہے جسکے نتیجہ میں مادری زبان کو رستہ میں چھوڑ دیا جائے گا، اور طلبہ کی تعلیم علاقائی یا صوبائی زبان میں ہوگی۔

اس تعلیمی پالیسی میں سہ لسانی فارمولہ کو مانا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ”اس سہ لسانی فارمولا کے انتخاب کا حق صوبوں کو ہوگا، سہ لسانی فارمولا کا انتخاب صوبوں، علاقوں اور ”یقیناً“ طلبہ کی ”پسند کا خیال“ رکھا جائیگا، مگر خیال رکھا جائیگا کہ ان میں دو زبانیں ہندوستانی ہوں“ (پیرا ۴/۱۳) ملازمت کے عالمی امکانات اور رابطہ کی عالمی زبان ہونے کی وجہ سے طالب علم انگریزی زبان کو چنے گا، بچی دو ہندوستانی زبانیں، بقیہ دو زبانوں میں سرکاری زبان ہندی کا نمبر ہوگا، کیونکہ اتر ہندوستان کے اکثر صوبوں اور مرکز کے دفاتر کی زبان ہندی ہے، بچی ایک زبان، اب طالب علم اردو کو پسند کرے گا، یا صوبائی زبان کو؟ کئی صوبوں میں لسانی عصبیت کا جو حال ہے، کچھ برس گذر جائیں، تو صوبائی حکومت بھی صوبائی زبان کو لازمی قرار دے سکتی ہے، جس طرح کئی صوبوں نے بعض وظیفوں کو حاصل کرنے، اونچے درجوں میں داخلہ کیلئے ڈومیسائل سرٹیفکٹ کی شرط لگادی ہے، اس طرح اردو مادری زبان والے اردو کس طرح اور کہاں پڑھ سکیں گے؟

اسی (پیرا ۴/۱۳) کو سامنے رکھئے، عربی اور فارسی کے مستقبل پر غور کرلیجئے، اگرچہ اس تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کے دوسرے حصہ میں فارسی کی ہمت افزائی کی گئی ہے، (پیرا ۴/۱۸) وہ ویسے ہی ہے جیسے جڑ کاٹ کر تنوں اور پتوں پر پھوار برسانا۔

یہ بھی یاد رہے غیر ملکی زبانوں کی فہرست میں عربی زبان کا ذکر نہیں ہے (پیرا ۴/۲۰) جبکہ ہزارہا افراد ابھی کالج اور یونیورسیٹوں میں اور بھارت کے بڑے شہروں میں (سیاحت اور طبی شعبہ میں ترجمانی کا کام کرکے) عربی کے ذریعہ کما کھا رہے ہیں، اسی طرح عرب ممالک میں خوشگوار زندگی گذار رہے ہیں، جنکی تعداد ترانوے لاکھ کے قریب ہے، اور جن میں سے بڑی اکثریت عربی سمجھتی اور بولتی ہے۔

یہ وہ ساری تکلیف دہ حقیقتیں ہیں، جو نئی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء میں موجود ہیں، اس تعلیمی پالیسی کی ڈرافٹنگ میں بڑی محنت اور ذہانت کا استعمال کیا گیا ہے، اسکے کئی حصے متضاد (Contradictory) ہیں، کئی حقیقتوں کو نظر انداز کیا گیا ہے، مثلاً اس پورے مسودہ میں آئین ہند کی بنیادی حقوق کی دفعہ ۲۹/۳۰ کا کوئی ذکر نہیں ہے، جبکہ وہ لسانی اور مذہبی اکائیوں کے حق تعلیم کو پوری اہمیت دیتا ہے، اور انہیں اداروں کے بنانے اور انتظام کرنے کے بنیادی حق کو مانتا ہے، ساتھ ہی اسکی ہمت افزائی بھی کرتا ہے۔ اس تعلیمی پالیسی میں اس بنیادی حق پر کچھ نہ کہنا بتاتا ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں، بہت کچھ کالا ہے۔ آنے والے دنوں کی کیا پلاننگ ہے، اس کا اندازہ اس طریقہ کار سے لگایئے کہ آسام کی حکومت سارے ویدک پاٹھشالاؤں کو یونیورسٹی کے دائرہ میں لے آئی اور ان سب رفاہی تعلیمی اداروں کو قانونی حیثیت دے دی، ان کی ڈگریوں کو یونیورسٹی نے منظوری دے دی، اور جہاں اردو مکتب جیسی سنسکرت کی تعلیم ہوتی تھی، انہیں یونیورسٹی میں برابری (Equivalency) کا درجہ دیدیا گیا۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خودنمائی سے بچیئے

"لَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىكُمۡ" (حدید:۲۳) اللہ نے جو کچھ دیا ہے، اس پر اتراؤ نہیں، اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا ہے۔

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مال ودولت اور جاہ ومنصب کی نعمتوں سے نوازا ہے یا فضل وکمال کی دولت عطا کی ہے، ان کو چاہئے کہ وہ اللہ کا شکر بجالائیں، کیونکہ دنیا کی نعمتوں پر اترانے والے اور فخر کرنے والے اللہ کے نزدیک مبغوض ہیں، اکثر یہ ہوتا ہے جب کسی انسان کے اندر خود بینی کا مرض لاحق ہوجاتا ہے تو اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے لگتی ہے اور یہیں سے اس کا زوال بھی شروع ہوجاتا ہے، ماضی کی قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب انہوں نے مال ودولت کی بہتات پر اترانا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ وبرباد کردیا، ارشاد ربانی ہے: وَكَمۡ اَهۡلَـكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍۢ بَطِرَتۡ مَعِيۡشَتَهَا" ہم نے بہت سی بستیوں کو جن کو اپنے سامان عیش وعشرت پر ناز تھا مضبوط اور مستحکم قلعے تھے اور حفاظتی سامان، سب خاک میں مل گئے سب کو ہلاک کردیا، اس کی خودنمائی اور خودرائی نے اس کو کبر وغرور میں مبتلا کردیا تھا، اس نے اپنی طاقت اور قوت کی نمائش شروع کردی تھی جو ان کی تباہی کا سبب بنی، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خودنمائی کے ان سارے ذرائع کا انسداد کیا، ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کسی کی مبالغہ آمیز طریقہ پر تعریف کررہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ تم نے اس کو ہلاک کردیا، ایک بار آپ کے سامنے کسی کا ذکر آیا تو ایک شخص نے اس کی تعریف کی، آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کی گردن کاٹ دی، اگر کسی کی تعریف ہی کرنا ہے تو یہ کہو کہ میں اس کو ایسا سمجھتا ہوں، مدح کی یہ ممانعت اس لئے کی گئی کہ اس سے ممدوح میں عجب اور خود بینی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ان نصوص پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عُجب وخود بینی ایک فریب کا نام ہے اور جب اس فریب کا پردہ چاک ہوجاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت جلوہ سراب سے زیادہ نہ تھی، لیکن معاشرتی اور سیاسی حیثیت سے تو یہ دنیا ہی میں چاک ہوجاتا ہے، مگر مذہبی حیثیت سے آخرت میں چاک ہوگا (سیرۃ النبی) اس لئے اس بیماری کا سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ کوئی اپنی خوبی کو اپنی کوشش کا نتیجہ نہ سمجھے، مال ودولت اور جاہ ومنصب کو فضل خداوندی اور عطیہ ربانی تصور کرے اور نفس کے دھوکہ میں نہ آئے، جو عمل خیر کرے وہ صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے اور اس حدیث کو پیش نظر رکھے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی نیکی اس غرض سے کرے تا کہ لوگ سنیں اور اس کی شہرت ہو، اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے رسوا کردے گا اور اس کی برائی کو مشہور کردے گا اور جو کوئی لوگوں کو دکھا کر کوئی عمل کرے گا تا کہ لوگ اسے بڑا کہیں، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو لوگوں پر ظاہر کردے گا۔

شب برأت-خیروبرکت والی رات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "شعبان شهرى ورمضان شهر الله" شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

مطلب : اس وقت شعبان المعظم کا مہینہ سایہ فگن ہے، یہ بڑی خیروبرکت والا مہینہ ہے اس ماہ کی نسبت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کرتے ہوئے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا مہینہ ہے اور اس کے بعد والا مہینہ رمضان المبارک کا مہینہ، اللہ کا مہینہ ہے، چنانچہ آپؐ رمضان کے استقبال میں ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس ماہ کی ۱۵ رویں شب جس کو شب برأت کہتے ہیں، اس کی متعدد فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، گرچہ اس باب کی بہت سی حدیثیں ضعیف ہیں لیکن مختلف طرق اور سندوں سے وارد ہونے کی وجہ سے محدثین نے فضیلت کے باب میں اس کو قابل عمل قرار دیا، چنانچہ اس رات کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنی مخلوق پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں، عبادت وریاضت اور ذکر وتلاوت میں مشغول رہنے والے مومن بندے کے جائز مقاصد کو پوری کرتے ہیں، اس کے گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں، ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اس شب میں ہر گنہگار کی بخشش ہوتی ہے، البتہ شرک اور بغض رکھنے والے کینہ پرور کی بخشش نہیں ہوتی (بیہقی)۔

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا بندگی اور عبودیت کے خلاف ہے، اس لئے مشرک کی بخشش نہیں ہوگی اسی طرح بغض وکینہ رکھنے والے رحمت خداوندی سے محروم رہیں گے، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ دین دو چیزوں سے عبارت ہے، اللہ کا حق اور بندوں کا حق، جب تک شرک رہے گا اللہ کا کوئی حق ادا نہیں ہو سکتا، اسی طرح جن دو آدمیوں میں کینہ رہے گا ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا حق ادا نہ کرسکے گا۔

غرض جس طرح شرک حق اللہ سے مانع ہے، بغض وکینہ حق العباد سے باز رکھتا ہے اور انہیں دونوں حقوق سے عہدہ برآ ہونا جنت کی کنجی ہے (سیرۃ النبی) لہذا اس مبارک رات میں ان دونوں رزائل سے پاک ہوکر جس قدر عبادت ہوسکے کوشش کرنی چاہئے اور خیروبرکت کے حصوں میں کسی قسم کی تساہلی اور تغافل سے کام نہ لینا چاہئے اور ایسا کوئی عمل نہیں کرنا چاہئے جس سے اجر وثواب سے محرومی کا باعث ہو، بہت سے لوگ آتش بازی کرتے ہیں، حلوے پراٹھے بناتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا حرکتیں کرتے ہیں اس طرح کی سماجی برائیوں کو معاشرے سے ختم کیجئے، ان کاموں پر روپے خرچ کرنا اسراف وفضول تو ہے ہی، بدعت بھی ہے، مسلمانوں کو ان چیزوں سے بالکلیہ گریز کرنا چاہئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کیا شب برات میں عبادت بدعت ہے؟

س: شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے یا نہیں، کچھ لوگ اس رات کی عبادت کو بدعت قرار دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

ج: پندرہویں شعبان کی رات "شب برات" کی فضیلت میں متعدد حدیثیں آئی ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب پندرہویں شعبان کی رات آئے تو اس میں عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت بندوں کی جانب متوجہ ہوتی ہے اور آواز دی جاتی ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ میں اس کی مغفرت کروں، ہے کوئی روزی کا طلبگار کہ میں اس کو روزی دوں، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت دور کروں، اس طرح کا اعلان صبح صادق تک ہوتا رہتا ہے"۔ (سنن ابن ماجه، ص: ۱۰۰، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔

"ان الله عز وجل ينزل ليلة النصف من شعبان الى سماء الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر غنم كلب" (سنن ترمذی: ۱/۹۳، ابن ماجه، ص: ۱۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا تذکرہ ہے آپ کا سجدہ اتنا لمبا ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اندیشہ ہوگیا، انہوں نے آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کو حرکت دی، آپ نے حرکت فرمائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سی رات ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ بندوں کی جانب خصوصی توجہ فرماتے ہیں، بخشش طلب کرنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں، رحم مانگنے والوں پر رحم کرتے ہیں اور کینہ پروروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں۔

"أتدرى أى ليلة هذه؟ قالت: الله ورسوله اعلم، قال: هذه ليلة النصف من شعبان فيغفر للمستغفرين ويرحم للمسترحمين ويوخر اهل الحقد كما هم، رواه البيهقى، وقال هذا مرسل جيد ويحتمل ان يكون العلاء اخذه من مكحول" (تحفة الاحوذى: ۳/۳۶۵)

پندرہویں شعبان کی رات میں عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں کئی حدیثیں وارد ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہیں لیکن مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے ان میں قوت آگئی ہے اور ان پر عمل کرنا درست ہے:

"الاحتجاج فى الاحكام بالخبر الصحيح مجمع عليه وكذالک بالحسن لذاته عند عامة العلماء وهو ملحق بالصحيح فى باب الاحتجاج وان كان دونه فى المرتبة، والحديث الضعيف الذى بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغيره ايضا مجمع عليه" (مقدمة الشيخ عبد الحق الدهلوى رحمه الله تعالىٰ على مشكوة المصابيح: ۶)

مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ ترمذی شریف کی شرح تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے سلسلہ میں جو روایات منقول ہیں ان کا مجموعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس رات کی کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہے:

"اعلم أنه قد ورد فى فضيلة ليلة النصف من شعبان عدة احاديث مجموعها يدل على ان لها اصلا" (تحفة الاحوذى: ۳/۳۶۷)

پھر اس سلسلہ کی تقریباً چھ احادیث متعدد کتب اور مختلف راویوں کے حوالہ سے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا مجموعہ ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

"فهذه الاحاديث بمجموعها حجة على من زعم انه لم يثبت فى فضيلة ليلة النصف من شعبان" (تحفة الاحوذى: ۳/۳۶۴-۳۶۷)

لہذا اس رات کی عبادت کو بدعت قرار دینا اور اس کی فضیلت کو مسترد کردینا قطعاً صحیح نہیں ہے، البتہ اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے، جو بھی چاہے بلا کسی مخصوص ہیئت، نمائش یا رسم کے انفرادی طور پر ذکر وتلاوت، عبادت واستغفار اور دعاء ومناجات کے ذریعہ اپنے رب کی رضا اور قرب حاصل کرسکتا ہے۔

قبروں پر موم بتی اوراگربتی جلانا

س: شب برات میں قبروں پر موم بتی اور اگربتی جلائی جاتی ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، لہذا شب برات ہو یا کوئی اور رات قبروں پر موم بتی، اگربتی وغیرہ جلانا صحیح نہیں ہے، اس سے بچنا ضروری ہے:

"عن ابن عباس رضى الله عنه قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج" (ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فى زيارة النساء القبور: 3236) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھــــلــــواری شــــریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 12 مورخہ ۸/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۲/مارچ ۲۰۲۱ء روز سوموار

حفاظتِ قرآن کریم

قرآن کریم اللہ رب العزت کی جانب سے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل آخری کتاب ہے، اب کوئی نہ دوسرا رسول آئے گا اور نہ دوسری کتاب الہی، اس لئے اللہ رب العزت نے خود ہی اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی، تاکہ پہلے نازل شدہ تین آسمانی کتابوں کی طرح کوئی اس میں تحریف اور تبدیلی نہ کرسکے، ارشاد باری ہے: ہم نے اسے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، اللہ رب العزت بغیر اسباب کے قرآن کریم کی حفاظت پر قادر ہیں، ہمارا ایمان ویقین ہے، لیکن اللہ رب العزت نے اس کائنات کا جو نظام بنایا ہے اس میں اسباب ووسائل کی بھی اپنی اہمیت ہے، اسی لئے اپنی قدرت کاملہ کے باوجود اللہ رب العزت نے قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کے لئے حفاظ کرام، مخارج حروف اور لحن کی حفاظت کے لئے مجودین اور قراء کرام، الفاظ کے معانی کی حفاظت کے لئے محدثین اور مفسرین، آیات ربانی سے احکام الہی کی تخریج کے لئے فقہاء کرام اور رسم الخط کی حفاظت کے لئے علماء رسم الخط کو پیدا کیا، ان میں سے بہت حضرات قرآن کریم سے متعلق کئی کئی علوم وفنون کے ماہر تھے، ان حضرات نے اسباب کے درجہ میں ہر سطح پر قرآن کریم کی حفاظت کا نظم کیا، بہت سارے لوگ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کا رسم الخط محفوظ نہیں ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، اگر رسم الخط محفوظ نہ ہوتا تو پوری دنیا کے چھپے ہوئے قرآن کریم میں سورہ فاتحہ کی آیت میں **ملک یوم الدین** الف کے بغیر اور **مالِ هذا الکتاب** پورے لام سے نہیں لکھا جاتا، اس قسم کی بہت ساری مثالیں شاطبیہ اور اس فن پر لکھی گئی دوسری کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، یہ حفاظت خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام الہی ہے۔ اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو جو اس کے کلام الہی میں شک کرتے تھے، پہلے دس سورہ، پھر دس آیت اور آخر میں ایک آیت ہی اس قسم کی بنا کرلانے کے لئے چیلنج دیا، چودہ سو سال سے زائد گذرنے کے بعد بھی یہ چیلنج آج بھی قائم ہے، عرب اپنی فصاحت اور بلاغت لسانی کے باوجود حیران وششدر رہ گئے اور ایک آیت قرآن کریم کی طرح بنا کرلانے سے بھی عاجز ودرماندہ رہے، قیامت تک یہ عاجزی ودرماندگی باقی رہے گی اور اس چیلنج کا جواب کسی کے بس میں نہیں ہے۔

بعد میں ہندوستان میں کئی سرپھرے ایسے سامنے آئے جنہوں نے قرآن کریم کی آیات کے معانی ومطالب کو اس کے شان نزول اور حقیقت واقعہ سے الگ کرکے پیش کیا اور ان آیتوں کو جو دشمنوں کے مقابلے کے لئے تھیں، ان کو تشدد پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا، اور یہ معاملہ ان لوگوں کی طرف سے آیا جن کے ہاتھ بے گناہوں کے خون سے آلودہ ہیں اور جن کے نزدیک ہجومی تشدد کے ذریعہ سرراہ کسی کو بھی مار ڈالا جاتا ہے۔

ماضی قریب کا جائزہ لیں تو ایسے ہی سرپھرے لوگوں میں حیدرآباد کا باشندہ چاندمل چوپڑا تھا، اس کا جب کھوپڑا خراب ہوا تو اس نے ۱۹۸۵ء میں شرپسندوں کے اکسانے پر کلکتہ ہائی کورٹ میں قرآن کریم پر پابندی لگانے کا مقدمہ دائر کیا، یہ مقدمہ کلکتہ ہائی کورٹ کی خاتون جج پدما خستگیر کے یہاں دائر ہوا، انہوں نے اس مقدمہ کو سماعت کے لئے قبول کرلیا، چیف جسٹس نے اس مقدمہ کو جسٹس بساک کی عدالت میں بھیج دیا، مغربی بنگال کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے حکومتی سطح سے اس کیس کو لڑا، مسلمانوں نے خاموشی اختیار کی، اپنا وکیل بھی کھڑا نہیں کیا، سرکاری وکیل اور ایڈوکیٹ جنرل نے جو موقف اختیار کیا وہ یہ تھا کہ جن آیات کو بنیاد بنا کر مقدمہ کیا گیا ہے اس پر کوئی بحث نہیں ہوگی، بحث کا موضوع صرف یہ ہوگا کہ کیا کسی آسمانی کتاب پر مقدمہ چل سکتا ہے؟ جسٹس بساک نے تھوڑی ہی دیر میں چاندمل کا مقدمہ خارج کردیا اور فیصلہ دیا کہ کسی آسمانی کتاب پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا۔

اب پھر سے شیعہ وقف بورڈ کے سابق چیرمین وسیم رضوی کا دماغ خراب ہوا تو اس نے سپریم کورٹ میں چھبیس (۲۶) آیتوں کے نکالنے کے لئے مقدمہ کیا ہے، اس مقدمہ کا مقصد سستی شہرت کا حصول اور اپنی مدت کار میں گھوٹالے اور بدعنوانیوں کی طرف سے نظر ہٹانا ہے، اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرکے دوبارہ کسی عہدے پر براجمان ہونا ہے، لیکن اس پر یہ مقدمہ الٹا پڑ گیا ہے، پورے ہندوستان میں اس پر تھو تھو ہو رہی ہے، اور خود اس کی کمیونٹی کے شیعوں نے اسے اپنے سے خارج کردیا ہے، اس کی والدہ، بہن، بھائی وغیرہ نے بھی اس سے براءت کا اظہار کردیا ہے اور خبر ہے کہ اس کمینے سے اپنا رشتہ منقطع کرلیا ہے، اس مقدمہ کی وجہ سے ہندوستان ہی نہیں بیرون ہند بھی اس پر لعن طعن کی کثرت ہو رہی ہے، یقیناً وہ ملعون اسی کا مستحق ہے۔ اس مقدمہ میں کولکاتا ہائی کورٹ کا فیصلہ نظیر بن سکتا ہے اور ہمارا موقف یہی ہے کہ قرآن کریم آسمانی کتاب اور کلام الہی ہے اس میں ترمیم تحریف اور کسی بھی قسم کی تبدیلی کا حق نہ تو کسی عدالت کو ہے اور نہ فرد کو، عام انسانی تصانیف میں بھی کسی دوسرے کو تحریف وترمیم کا حق نہیں ہوتا؛ چہ جائیکہ جو احکم الحاکمین اور پورے عالم کے خالق ومالک کا کلام ہو اس پر کوئی عدالت کس طرح غور کرسکتی ہے اور کسی کو اس کے مندرجات کو نکالنے کا حق کس طرح ہوسکتا ہے، یہ معاملہ انتہائی سنگین ہے، جس کی وجہ سے روزانہ اخبارات میں مذمتی قرارداد اور وسیم رضوی پر ایف آئی آر درج کرنے کی خبریں آرہی ہیں، ایک صاحب نے وسیم رضوی کے سر کی قیمت گیارہ لاکھ لگادی ہے، ظاہری بات ہے غیرت وحمیت کے باوجود اس قسم کا اعلان صحیح نہیں ہے، اس معاملہ میں حکمت عملی اور طریقہ کار پر مسلم قائدین خصوصاً حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم سے مشورہ بھی کرنا چاہئے، تاکہ ناسمجھی اور جوش میں ہمارا کوئی قدم ہمیں ہی نقصان نہ پہونچا دے۔

جھارکھنڈ کا مشاورتی اجتماع

امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کے حکم اور ہدایت کے مطابق ۱۳/تا ۱۵/مارچ جھارکھنڈ میں بنیادی دینی تعلیم کے فروغ، عصری تعلیمی اداروں کے قیام اور اردو کی بقاء، ترقی، ترویج واشاعت اور تحفظ کے لئے سہ روزہ اجتماع ہوا، جس میں جھارکھنڈ کے کم وبیش سبھی اضلاع سے علماء، ائمہ دانشوران اور اردو دوستوں نے شرکت کی، دو روز کا پروگرام راعین گرلس اردو اسکول پلس ٹو رانچی میں ہوا، دونوں دن حضرت امیر شریعت کا خطبہ صدارت اہل علم کی توجہ کا مرکز ومحور رہا، مختلف علاقوں سے آئے نمائندگان نے اس خطبہ کی روشنی میں عملی اقدامات میں اپنی شراکت اور حصہ داری کا یقین دلایا، حضرت نے اپنے خطبہ میں بنیادی دینی تعلیم کے حصول اور اسلامی تہذیب وثقافت کی حفاظت پر زور دیا، انہوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات کے کئی واقعات ذکر کرکے بتایا کہ پڑھے لکھے دیندار لوگوں کے گھرانے میں بھی بچے کلمہ، نماز اور قرآن کریم نہیں پڑھتے ہیں، حضرت صاحب نے فرمایا کہ مال ودولت، شہرت وعزت فانی ہے، باقی رہنے والا اللہ کا دین ہے جو اللہ کے دین سے جڑ جائے گا دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح اسے مل جائے گی۔ تیسرے دن امارت نیشنل اسکول کی عمارت کے لئے بنیادی اینٹ بھی آپ نے ہوجرا رہا میں رکھی، تمام پروگرام میں لوگوں کا جوش وخروش قابل دید تھا، لوگوں کے مشورے کی روشنی میں کمیٹیاں تشکیل دی گئیں، ایک کمیٹی تینوں موضوعات پر کام کرنے کے لئے اور دوسری کمیٹی صرف اردو کے لئے اردو کارواں کے نام سے بنائی گئی، دونوں کمیٹی میں ہر ضلع سے مقامی اور سرگرم لوگوں کا انتخاب عمل میں آیا، ایک عوامی پروگرام مسجد راعین لنک روڈ میں ہوا جس میں حضرت نے خصوصیت کے ساتھ نئی نسل کی اسلامی تربیت اور دینی تعلیم پر توجہ دینے پر زور دیا، فرمایا کہ یہ مسجد بھی اسی وقت آباد رہ سکیں گی جب آپ اپنے بچوں کے لئے دینی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیں، فرمایا کہ راعین اردو گرلس کا "اردو بھی توجہ کا محتاج ہے، اگر آپ نے اپنے لڑکے لڑکیوں کو اردو کی تعلیم نہیں دی تو راعین اردو گرلس پلس ٹو ہائی اسکول میں اردو کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے، حضرت صاحب نے مختلف مجلسوں میں اس بات پر زور دیا کہ خالص اردو بولنے کا مزاج بنائیں، "سمسیا" کے بجائے مسائل اور "سمادھان" کے بجائے حل بولنا سیکھئے، "سمیکت" کے بجائے مشترکہ بولئے، "وِتیہ ورش" کے بجائے مالیاتی سال بولا کیجئے تبھی ہم اردو کو زندہ رکھ سکیں گے، یہودیوں نے اپنی زبان ہبرو کو بائیس (۲۲) سو سال تک گھروں میں بول چال کی زبان بنا کر زندہ رکھا اور جیسے ہی اسرائیل بنا اس نے پہلے اعلانیہ میں جن تین باتوں کا اعلان کیا ان میں ایک یہ تھا کہ حبر واسرائیل کی سرکاری زبان ہوگی، اردو بھی سرکاری مراعات سے نہیں، بول چال سے زندہ رہے گی اگر آپ نے اسے پڑھنا لکھنا، بولنا چھوڑ دیا تو دوسری سرکاری زبان کا درجہ ملنے سے بھی کیا حاصل ہوگا۔

۱۶/مارچ کو حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے دارالقضاء مدرسہ حسینیہ بلاول ہزاری باغ میں شیخ الہند لائبریری کا افتتاح کیا، اس موقع سے حضرت صاحب نے فرمایا کہ کتب خانے تعلیم گاہوں کے لئے زندگی کی علامت اور علم کے فروغ کا بڑا ذریعہ ہیں۔ اس مشاورتی اجتماع کے پورے جھارکھنڈ میں دور رس اور دیرپا اثرات مرتب ہوں گے، حضرت صاحب کا رانچی کا یہ سفر انتہائی مشغول ترین سفر تھا، حضرت نے عمر کی اس منزل میں ملت کے کاموں کے لئے جس طرح اپنے کو مشغول رکھا، تھکایا، دیر رات تک بیٹھ کر مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی، وہ نئی نسل کے لوگوں کے لئے مثالی بھی ہے اور قابل تقلید بھی، اللہ نئی نسلوں کو بھی وہ عزیمت، جرأت، ہمت اور حوصلہ عطا کرے جو حضرت صاحب کی حیات کا لازمہ اور خاصہ ہے۔

ہندوستان میں فضائی آلودگی

سوئزرلینڈ کی تنظیم آئی کیو ایر نے ۲۰۲۰ کی فضائی آلودگی رپورٹ ۱۶/مارچ کو جاری کیا ہے، اس کے مطابق فضائی آلودگی میں چین کا جن جیا نگ شہر دنیا میں ایک نمبر پر ہے، اس کے بعد دو (۲) نمبر سے چودہ نمبر تک ہندوستان کے شہر غازی آباد، بلند شہر، بسراکھ جلال پور، بھواری، نوئیڈا، گریٹر نوئیڈا، کان پور، دہلی، فریدآباد، میرٹھ، جند، حصار، علی الترتیب فضائی آلودگی کے شکار ہیں، اس کے بعد پندرہ (۱۵) بیس (۲۰) تا بائیس (۲۲)، نیز چوبیس (۲۴)، چھبیس (۲۶) تا اٹھائیس (۲۸) تیس (۳۰) تا بتیس (۳۲) پر علی الترتیب آگرہ، مظفرنگر، فتح آباد، بندواری، گروگرام، جمنانگر، رہتک، مظفرپور، دھاروہیرا، سنگرولی اور پٹنہ کا نمبر آتا ہے، اس رپورٹ کے مطابق دنیا کے بتیس (۳۲) سب سے آلودہ شہر میں چوبیس (۲۴) ہمارے بھارت کے ہیں، جس میں پٹنہ بتیسویں (۳۲) اور مظفرپور اٹھائیسویں (۲۸) نمبر پر ہے، حاجی پور میں آلودگی کم ہے، اس لئے اس کا ارسٹھواں نمبر ہے، مجموعی طور پر رہائشی اعتبار سے اتر پردیش میں آلودگی زیادہ ہے، یہ رپورٹ پی، ایم ۲٫۵ کے اعداد وشمار پر مبنی ہے۔

رپورٹ کے مطابق لاک ڈاؤن کی وجہ سے مجموعی طور پر ہندوستان میں آلودگی کم ہوئی ہے، ۲۰۱۹ء کے مقابلے ۲۰۲۰ء میں پندرہ فی صدی کا سدھار درج کیا گیا ہے، اس کے باوجود ملک کی راجدھانی دہلی دنیا کا دسواں سب سے زیادہ آلودہ شہر ہے۔

اس صورت حال کی وجہ سے ہندوستانی شہریوں کو زہر آلود فضا میں سانس لینا پڑ رہا ہے، جس سے عام انسانی زندگی متاثر ہو رہی ہے اور انہیں مختلف قسم کے امراض کا کرب جھیلنا پڑ رہا ہے، اس کے تدارک کے لئے وزیر صحت کو ضروری اقدام کرنے چاہئے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

ایک صاحب دل انسان کی رحلت

محمد عمرین محفوظ رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ، مالیگاؤں

اللہ پاک کی یاد حاصل کائنات ہے، جسے یہ "یاد" حاصل ہو جائے اس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا! وہ جنہیں "یاد الٰہی" کا ذوق مل جاتا ہے، ان کی زندگی کا رنگ وآہنگ بدل جاتا ہے پھر وہ جیتے ہیں پاک پروردگار کے لیے اور جان دیتے ہیں اسی کے پاک نام پر، ان کا ذوق وحال یہ بن جاتا ہے کہ

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے تری فکر سے تری یاد سے ترے نام سے

میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے اللہ پاک کی یاد سے سرشار افراد کو دیکھنے، ان کی باتیں سننے اور ان کی دعائیں لینے کا موقع ملا ہے، ذکر وفکر کی وہ مجسم مورتیں، یاد الٰہی میں ڈوبی وہ مبارک ہستیاں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آئے اور جن کی باتیں آخرت کی فکر کا ذریعہ ہوں، اب کم رہ گئی ہیں، یہ مبارک کارواں بڑی تیزی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو رہا ہے، بساط زندگی سمٹ رہی ہے، کار آمد لوگ رخت سفر باندھ رہے ہیں، خس وخاشاک اور تلچھٹ ہی دنیا میں رہ جا رہا ہے۔

ابھی گذشتہ مہینے ایک ذاکر وشاغل بزرگ الحاج قمر الہدیٰ صاحب (عرف تار بابو) بھی رخصت ہو گئے، نوے سال عمر پا کر، آخرت کے لیے بہترین توشہ تیار کر کے انہوں نے ملک عدم کی راہ لی ؎

کتنی آساں ہے عدم کی راہ
لوگ آنکھ بند کر کے چلے جاتے ہیں

تار بابو مرحوم کا شمار اللہ پاک کے نیک بندوں میں تھا، اور وہ بزرگان دین کی نگاہ کیمیا اثر کے فیضان کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ وہ نہ تو حافظ قرآن تھے نہ عالم دین، زندگی کا بڑا حصہ انہوں نے محکمہ ریل میں ملازمت کرتے ہوئے گذارا، دل نرم وگداز تھا، اللہ پاک کی یاد کی طرف میلان ورجحان تھا جو کشاں کشاں انہیں امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کے آستانے تک لے آیا، پھر جو حضرت امیر شریعتؒ کی نگاہ پڑی تو ذرے میں جان اور تودہ خاک میں ایمان کی لہر دوڑ پڑی۔ اللہ پاک کی یاد اور اللہ والوں سے محبت وتعلق خاطر کا ذوق پروان چڑھا، مانسی ضلع کھگڑیا ریلوے اسٹیشن پر ان کی ڈیوٹی تھی، جو صاحب دل وہاں سے گذرتے، تار بابو ان کی خدمت کے لیے بچھ بچھ جاتے، انہیں بڑی بڑی ہستیوں کی ضیافت اور خدمت کا موقع ملا۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عبد الرشید رانی ساگری (خلیفہ قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ) ماسٹر محمد قاسم صاحب اور کتنے ہی صاحب نسبت مشائخ کی دعائیں حاصل ہوئی، شیخ نے بوقت بیعت پوچھا تھا کیا کرتے ہو؟ انہوں نے ملازمت کی بات بتائی شیخ کی زبان سے نکلا اچھا تار بابو ہو، بس اس کے بعد یہی ان کا نام بن گیا، اصل نام شاید گنتی کے چند لوگ جانتے ہوں، ورنہ ہر ایک زبان پر بس تار بابو ہی رہا ہے، اور آج بھی ہے، کسی ملاقات میں میں نے انہیں کسی تعظیمی لقب سے مخاطب کیا، فوراً بول پڑے، مجھے صرف تار بابو کہا کیجئے، میرے شیخ ومرشد حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ مجھے اسی نام سے پکارا کرتے تھے، اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے اس نام کے علاوہ کسی اور نام سے پکارے۔

میں نے پہلے پہل ان کا نام حضرت مولانا شمس الہدیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ) کے رسالے "یاد شیخ" میں پڑھا۔ اس میں ان کا تعارف حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ کے مجاز وخلیفہ کی حیثیت سے تھا، اور ان کا ایک خواب ذکر کیا گیا تھا، یاد شیخ میں نے کئی مرتبہ پڑھی لیکن کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ وہ باحیات ہوں گے، پتہ نہیں کیوں یہ بات ذہن میں آ گئی کہ وہ راہی ملک عدم ہو چکے ہیں۔ ۲۰۱۲ء میں میرے شیخ ومرشد حضرت امیر شریعت سابع مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کو دل کا دورہ پڑا۔ اطلاع ملتے ہی میں بھاگم بھاگ پٹنہ پہنچا۔ جہاں ہارٹ ہاسپٹل راجیندر نگر میں حضرت والا دامت برکاتہم زیر علاج تھے، نہیں بتا سکتا کہ مالیگاؤں سے پٹنہ تک کا سفر کس طور پر کٹا، دماغ اندیشوں اور فکر کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، دل کو کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ پٹنہ پہنچ کر حضرت اقدس دامت برکاتہم کی آئی سی یو میں زیارت کی، ملاقات کی سختی سے ممانعت تھی، حالت ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوئی تھی، پھر بھی خصوصی تعلق کی بناء پر چند منٹ کی زیارت میسر آ گئی۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم کا جسم تو مضمحل تھا، مگر چہرہ پوری طرح ہشاش بشاش، ہوش وحواس بھی پوری طرح بحال تھے، ارشاد ہوا آپ نے بڑی زحمت کی، بہت دور سے چلے آئے، اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، مولانا فاروق صاحب (خادم) سے ارشاد ہوا مولانا کو ہوٹل میں ٹھہرا دیجئے، ان کی راحت کا خیال رکھئے، اللہ اللہ ایسے نازک وقت میں خیال ہے تو اس ناکارہ کی راحت وسہولت کا، حضرت اقدس کے سامنے تو میں نے کسی طرح ضبط کیا، نیچے اترا تو ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے، اور آنکھوں سے اشکوں کا ایسا سیلاب امڈا کہ کسی سے بات کرنے کے لائق نہیں رہ گیا۔ محترم حاجی نعیم احمد رحمانی صاحب (مجاز بیعت حضرت امیر شریعت مدظلہ) بھی ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تسبیح خوانی میں مشغول تھے، ان کی آنکھیں بھی آبشار بنی ہوئی تھیں، دونوں ایک دوسرے کے سینے سے چمٹ گئے، وہ بھی رو رہے تھے اور میں بھی! تسلی کے بول نہ ان کے پاس تھے نہ میرے پاس، وہیں ان کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا، قرآن پاک کا نسخہ ساتھ تھا، چاہا کہ تلاوت سے دل کو سکون پہونچاؤں، مگر بار بار نگاہ کے سامنے آنسوؤں کا پردہ حائل ہو جاتا، تلاوت رک جاتی، اسی حال میں تھا کہ مخدوم زادہ جناب مولانا فیصل رحمانی صاحب تشریف لائے، والد گرامی کی نازک صورت حال سے ان کے دل پر اس وقت صدمہ کی کیسی کیفیت رہی ہوگی، مگر وہ صابر وضابط باپ کے صابر وضابط بیٹے ہیں، اور الولد سرٌ لابیہ کی مثال ومصداق! اپنے آپ کو بڑی حد تک سنبھالے ہوئے تھے، انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، تسلی دی اور آگے بڑھ گئے، کئی گھنٹے ہاسپٹل میں گذار کر قیام گاہ آیا، رات جیسے تیسے کٹی، صبح اطلاع ملی کہ حضرت مدظلہ کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا ہے، پھر حضرت والا کے خادم کے ذریعہ حضرت کا پیغام ملا کہ آپ مونگیر چلے جائیں، وہاں کے لوگوں کو بھی تقویت ہوگی، مجلس کا وقت بھی قریب ہے، مجلس میں تقریر کر دیں اور آنے والوں کو اللہ پاک کی یاد اور ذکر الٰہی میں مشغول رکھیں، حضرت والا کو چھوڑ کر جانے کے لیے دل بالکل آمادہ نہیں تھا لیکن مرشد کا حکم تھا، کیوں کر ٹال دیتا، پٹنہ سے خانقاہ کے لیے رخت سفر باندھا، مونگیر پہنچا، وہاں ہر طرف سوگواری اور غم کی فضا قائم تھی، خانقاہ میں تقریباً پندرہ دن یا اس سے بھی زیادہ قیام رہا، ایک ایک دن میں کئی کئی مقامات پر دعا کی مجلس ہوتی تھی، ان مجالس میں شرکت کرتا، حضرت اقدس کی صحت یابی کے لیے دعا کا اہتمام کیا جاتا، اطراف واکناف کے سفر بھی ہوئے، ترتیب یہ تھی کہ صبح سویرے چل دیتے، شام تک خانقاہ واپس آ جاتے، رات کا قیام خانقاہ ہی میں ہوتا، حافظ محمد امتیاز رحمانی صاحب بھی عام طور پر مونگیر کی مجالس یا قریب کے اسفار میں ساتھ ہوتے۔ خانقاہ کے قیام کا دوسرا تیسرا دن تھا اچانک یہ خیال آیا کہ تار بابو کے بارے میں معلوم کروں، یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جس شخص کو ذہن نے گزرے ہوؤں میں شامل کر رکھا تھا، اچانک ان کی یاد آئی اور بڑی شدت سے، پھر یہ احساس بھی ہوا کہ میں نے کسی سے معلوم کیے بغیر ان کو "مرحوم" تصور کر رکھا ہے، ہو سکتا ہے کہ ابھی وہ باحیات ہوں، حافظ محمد امتیاز رحمانی صاحب سے بڑھ کر معلومات حاصل کرنے کے لیے اور کون ہو سکتا تھا، ان سے ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ تار بابو باحیات ہیں، اور مونگیر ہی میں ان کا قیام ہے، اب ملاقات کا شوق ہوا، پتہ چلا کہ صاحب فراش ہیں، اور مزاج میں بھی کچھ حدت ہے، جلدی کسی سے ملتے نہیں، خیر ملاقات کا وقت لیا گیا، اور میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، شاہ زبیر روڈ پر ان کا مکان ہے، مکان کے صدر دروازے پر پہنچا تو دروازے پر لکھی ہوئی ایک عبارت نے توجہ کو اپنی جانب کھینچ لیا، لکھا تھا جھوٹ بولنے والے، غیبت کرنے والے، بدگوئی اور بدگمانی کرنے والے اس دروازے میں قدم نہ رکھیں، میں نے دل میں کہا خدا خیر کرے، یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم بزرگ معلوم ہوتے ہیں، مکان کے اوپری منزل پر وہ فروکش تھے، حاضر ہوا تو بستر پر دراز تھے، سردی کے دن تھے، اور بہار اور یوپی کی سردی تو ویسے بھی مزاج پوچھتی ہے، خوب گرم کپڑے پہنے ہوئے اور لحاف اوڑھے ہوئے تار بابو کی زیارت ہوئی، چہرے کی تازگی اور شادابی بتا رہی تھی کہ جسم کے رگ وریشے میں ذکر الٰہی سرایت کر چکا ہے، اور قلب انوار الٰہی سے روشن ہے، اور اسی نور قلب کی تابانی چہرے پر جلوہ گر ہے، بات چیت ہوئی مگر زیادہ نہیں، اور زیادہ تر حضرت والا دامت برکاتہم سے متعلق، چونکہ اس وقت ذہن پر ایک ہی خیال حاوی تھا اور وہ حضرت والا کی بیماری کا خیال تھا، اس لیے مکرر سہ کرر حضرت والا کے لیے ان سے درخواست کی، جواب ملا ہاں ان کے لیے تو دل وجان سے دعا ہے، وہ ہمارے شیخ کے بیٹے ہیں اور بہت بڑے انسان! پھر حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ کی بات نقل کی کہ جب حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب زیر تربیت تھے، حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ ہم لوگوں (خانقاہ کے ذاکرین) سے فرمایا کرتے تھے دعا کرو کہ ولی "ولی" ہو جائے، حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ کے اس جملے میں اولاد کی تربیت کی کیسی فکر جلوہ گر ہے، اور یہ بھی دیکھنے کی چیز ہے کہ حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ کی فکر مندی، تربیت، اور آہ سحر گاہی نے حضرت والا دامت برکاتہم کو کن بلندیوں تک پہونچایا، آج وہ نہ صرف اقلیم روحانیت کے تاجدار ہیں بلکہ ملت اسلامیہ ہندیہ کی کشتی کے کھیون ہار، اور میدان تعلیم وتربیت کے شہسوار بھی ہیں، اللہ پاک انہیں دیر تک سلامت با کرامت رکھے، خوب یاد ہے کہ ان کے کمرے میں ہزار دانے کی تسبیح رکھی ہوئی تھی جس پر کہنگی کے آثار نمایاں تھے، معلوم ہوا کہ مدت العمر اسی تسبیح پر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے ہیں، جب ان کی اہلیہ حیات تھیں تو میاں بیوی دونوں رات کے وقت تسبیح کا ایک ایک سرا تھام کر بیٹھ جاتے اور یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے، دوران ذکر کبھی کبھی تار بابو رحمۃ اللہ علیہ پر جذب وکیفیت کا غلبہ ہوتا تو وہ تسبیح توڑ دیتے تھے، پھر میاں بیوی دونوں دانے سمیٹتے، دھاگے میں پروتے، اور پھر یاد الٰہی کا شغل جاری ہو جاتا، اللہ اللہ! کیسے ذاکر وشاغل انسان تھے اور آخرت کا کیسا سرمایہ اکٹھا کر کے رخصت ہوئے، یہ مختصر ملاقات تھی جلد ختم ہو گئی، میں ان سے مل کر شاداں وفرحاں لوٹا کہ ایک صاحب دل کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ کے ایک عاشق زار کو دیکھنا اور ان کی باتیں سننا حصہ میں آیا، اگلے دن کئی پروگرام تھے، صبح دس بجے جو خانقاہ سے نکلا تو ایسے وقت لوٹا کہ رات نے ڈیرہ ڈال دیا تھا، خانقاہ کے احباب نے بتایا کہ تار بابو کے یہاں سے اب تک کئی قاصد آ چکے ہیں، انہوں نے آپ کو یاد فرمایا ہے، رات ہو چکی تھی اب جانا مناسب نہیں تھا، اگلے دن حاضر ہوا، آج خلاف معمول بستر سے سہارا لے کر اٹھے، معانقہ کیا، اور اعزاز واکرام کا معاملہ فرمایا، مجھے حیرت ہوئی کہ کل تو بس لیٹے لیٹے ملاقات کی تھی، آج یہ اعزاز واہتمام کیوں ہو رہا ہے؟ شاید انہوں نے بھی میری حیرت کو محسوس کیا، اس لیے ناچیز سے متعلق اپنا مکاشفہ بیان کیا، جو ان کی توجہ کے اضافے کا سبب بنا تھا، مکاشفہ بھی لکھتا لیکن خودستائی اور خودنمائی کا ڈر ہے، اور راہ سلوک میں یہ دونوں چیزیں سم قاتل ہیں۔

اس کے بعد کئی مرتبہ ملاقات کا شرف ملا، اور ان کی من موہنی باتیں سن کر دل کو شاد وآباد کیا، کچھ مراسلت بھی رہی، عمر اچھی خاصی آ گئی تھی، خط لکھتے تھے تو ہاتھ کے رعشے کی وجہ سے الفاظ پوری طرح سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ ان کے کئی خطوط میرے "سرمایہ محفوظات" کا حصہ ہیں، ادھر دو تین سال سے نہ تو ان سے ملاقات ہو سکی اور نہ خط وکتابت! اچانک ۲۲/دسمبر ۲۰۲۰ء بروز منگل کو ان کی سناؤنی آ گئی، یقیناً ان کی رحلت سے ایک بافیض شخصیت اور صاحب دل انسان سے ہم لوگ محروم ہو گئے، اور حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ کی تعلیم وتربیت کا ایک روشن مینار گر گیا، بدھ کے دن ان کے جنازے کی نماز جامعہ رحمانی مونگیر کے استاذ حدیث مفتی ریاض احمد صاحب نے پڑھائی، اور قبر میں لٹانے کی سعادت ان کے ایک پوتے اور حافظ محمد امتیاز رحمانی کے حصے میں آئی۔

تار بابو کے پسماندگان میں دو بیٹے ہیں، جو ماشاء اللہ حافظ قرآن ہیں، ان کے ایک اور صاحب زادے حافظ قرآن تھے جو کئی سال پہلے انتقال کر چکے ہیں، اسی طرح ایک صاحبزادی ہیں جو بال بچوں والی ہیں اور ان کے صاحبزادگان بھی علم اور خدمت دین سے جڑے ہیں، تار بابو کے ایک نواسے حافظ قرآن ہیں اور دوسرے عالم دین اور قاضی شریعت! ان کا نام مولانا مفتی ابو القاسم ہے اور وہ بہار کے ضلع سوپول میں بحیثیت قاضی شریعت خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مفتی صاحب موصوف کے والد (تار بابو کے داماد) بھی حافظ قرآن ہیں، اس لحاظ سے انہوں نے اپنے پیچھے دین دار اولاد اور اولاد کی اولاد چھوڑی ہے، جو ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ اللہ پاک تار بابو مرحوم کی مغفرت فرمائے، انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے، اور ان کی تربت پر رحم ورحمت کی بارش برسائے۔ آمین یارب العالمین!

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

لکھے: مولانا رضوان احمد ندوی

اولیاء اللہ کی زندگی ایمان ویقین اور علم ومعرفت سے اس قدر لبریز ہوتی ہے کہ گویا وہ نور بصیرت سے جنت کی رعنائیوں اور دلآویزیوں اور جہنم کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کررہے ہوتے ہیں، اس لئے اہل اللہ کے ملفوظات ونگارشات، واقعات وحالات پڑھنے سے ایمان میں تازگی، فکر میں وسعت اور فہم وادراک میں بصیرت پیدا ہوتی ہے اور اتباع سنت کا جذبہ ابھرتا ہے، اسی پس منظر میں نقیب میں اہل اللہ کے مستند واقعات وحکایات کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا گیا تاکہ ان کی عظمت وعزیمت ہمارے دل میں پیوست ہوں اور شاہراہ حیات کے لئے وہ رہنما خطوط بن سکیں، یہاں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں، امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے وماتوفیقی الا باللہ۔

آپ حکم دیجئے، ہم سنیں گے اور مانیں گے

دور فاروقی کا یہ واقعہ ہے، مسلمانوں کو غنیمت میں چادریں حاصل ہوئیں، حضرت عمرؓ نے یہ چادریں انصاف کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم کردیں، ان کو اور ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہؓ کو ایک چادر ملی، جیسا کہ عام مسلمانوں کے حصے میں آئی تھیں، حضرت عمرؓ بلند قامت تھے ان کو ایک چادر کافی نہیں ہوسکتی تھی، ان کے صاحبزادے عبد اللہؓ نے اپنی چادر بھی ان حوالے کردی تاکہ ان کا ایسا لباس تیار ہوسکے جوان کے لئے کافی ہو اس لباس کو پہننے کے بعد خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے، حمد وثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام کے بعد انہوں نے فرمایا: ''اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو'' اس موقع پر جلیل القدر صحابی سلمان فارسیؓ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے کہا ''ہم نہ سنیں گے نہ مانیں گے'' حضرت عمرؓ نے پوچھا کیوں؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا، اتنا کپڑا آپ کو کہاں سے مل گیا؟ آپ کو ایک ہی چادر ملی تھی، آپ جیسے بلند قامت والے انسان کو کیسے کافی ہوسکتی ہے، انہوں نے فرمایا: صبر سے کام لو اور آواز دی یا عبد اللہ! لیکن کوئی جواب نہ ملا، پھر دوبارہ آپ نے فرمایا یا عبد اللہ بن عمرؓ تو وہ فوراً بول اٹھے ''لبیک یا امیر المؤمنین! مسلمانوں کے امیر میں حاضر ہوں'' حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ جس چادر کا میں نے تہہ بنایا ہے کیا وہ تمہاری چادر نہیں ہے'' حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا جی ہاں، حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا ''اب حکم دیجئے، ہم سنیں گے اور مانیں گے''

آکر اپنے وظائف لے جاؤ

ایک بار حضرت امیر معاویہؓ منبر پر کھڑے ہوئے، اس سے قبل انہوں نے چند مسلمانوں کے مقرر وظائف بند کردئے تھے، انہوں نے خطبے کے آغاز میں فرمایا، ''سنو اور مانو'' فوراً اسی وقت حضرت ابو مسلمؒ ارغوانی محاسبے کے لئے کھڑے ہوگئے اور مذکورہ بالا وظائف کی بندش پر تنقید کرتے ہوئے، انہوں نے کہا ''نہ ہم سنیں گے اور نہ مانیں گے'' حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا ''ابو مسلم یہ کیوں؟ ابو مسلمؒ نے جواب دیا: اے معاویہ! تمہیں وظائف روکنے کا کیا حق تھا؟ یہ مال کیا تمہاری محنت سے حاصل ہوا ہے؟ یہ بات سن کر حضرت معاویہؓ غضبناک ہوگئے، لیکن کچھ بولے بغیر منبر سے اتر آئے، صرف اتنا کہا کہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، کچھ دیر کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہوگئے، تھوڑی دیر بعد غسل کرکے تشریف لائے اور فرمایا ابو مسلم نے ایسی بات کی جس نے میرا غصہ بھڑکا دیا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے سنا ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ کو صرف پانی سے بجھایا جاسکتا ہے، اس لئے جب کوئی غیظ وغضب میں مبتلا ہو تو اسے غسل کرلینا چاہئے، اسی لئے میں غسل کرکے آرہا ہوں، صحیح بات یہ ہے کہ ابو مسلم نے جو کچھ کہا وہ اپنی جگہ درست ہے، یہ مال نہ میری محنت سے حاصل ہوا ہے اور وہ میرے باپ کی کوشش سے، آکر اپنے وظائف لے جاؤ۔ (احیاء العلوم، جلد ۵، صفحہ ۷)

حضرت ام سلیم کا عجیب واقعہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیٹا جو ام سلیم رضی اللہ عنہا سے تھا، فوت ہوگیا، تو ام سلیم نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ابوطلحہ کو اس کے بچے کے بارے میں نہیں بتانا، جب ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر واپس آئے تو اس نے ان کو کھانا وغیرہ کھلایا، پھر ان کے لئے اپنے آپ کو سنوارا، ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اپنی ضرورت پوری کی، ام سلیم نے جب دیکھا کہ وہ مطمئن ہوگئے ہیں، تو (صبح کو) کہا: اے اباطلحہ! جب کسی سے کوئی چیز عاریتاً لی جائے اور پھر وہ لوگ اپنی چیز واپسی کا مطالبہ کریں تو (جنہوں نے عاریتاً چیز لی ہے) ان کو روکنے کا حق ہے؟ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انہیں روکنے کا کوئی حق نہیں، ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ تیرا بیٹا فوت ہوچکا ہے۔ (ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا) تو غصہ ہوئے اور فرمایا کہ تو نے مجھے رات نہیں بتایا اور ابھی بتارہی ہو، پھر ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور رات کا واقعہ بتایا''۔ یعنی حضرت ابوطلحہؓ حضرت انسؓ بن مالک کے سوتیلے والد ہیں، ان کا ایک بچہ تھا، یہ کام سے گئے ہوئے تھے، پیچھے بچے کا انتقال ہوگیا، شام کو واپس آئے تو گھر والی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ ان کی اہلیہ حضرت ام سلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ ہیں، وہ کہنے لگیں کہ بچہ ٹھیک ہے، انہوں نے اطمینان سے کھانا کھایا، لیٹ گئے، رات کو میاں بیوی ملے بھی، صبح ہوئی تو ام سلیمؓ نے حضرت ابوطلحہؓ سے کہا کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہے جس کی تفصیل اوپر گزری، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلیم کس قدر دور اندیش خاتون تھیں، اس واقعہ سے ہماری ماں اور بہنوں کو سبق لینا چاہئے۔

حضرت شبلیؒ کا قصہ

فضائل حج کے مصنف نے حضرت شبلی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ لکھا کہ حضرت علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید حج کے لئے گیا، جب واپس آیا تو شیخ ان سے پوچھنے لگے کہ کس طرح حج کرکے آئے ہو؟ کہنے لگے احرام باندھا، پوچھا کہ کیا نیت کی تھی؟ کہا کہ حج کی نیت کی تھی، عمرہ کی نیت کی تھی، ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ'' پوچھا کیا اس وقت اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا قصد وارادہ تھا؟ کیا اس وقت اس کا ارادہ تھا کہ مجھے میدان محشر میں لے جایا جارہا ہے اور اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا؟ کہنے لگے یہ قصد تو نہیں تھا، فرمایا کہ تم نے احرام بھی نہیں باندھا، اچھا جب مکہ مکرمہ میں گئے تھے تو کیا کیا تھا؟ کہا کہ بیت اللہ کا طواف کیا تھا، پوچھا کہ بیت اللہ کا طواف کیا تھا، یا اللہ تعالیٰ کا طواف کیا تھا؟ کہا بیت اللہ کا طواف کیا تھا، در و دیوار کا ہی طواف کیا نا، تیرا طواف بھی صحیح نہیں ہوا، اسی طرح ایک ایک رکن کے بارے میں پوچھتے رہے اور وہ بیچارہ بتاتا رہا اور آخر میں فرمانے لگے کہ تیرا حج نہیں ہوا، دوبارہ جا، حج کرکے آ، کہا عرفات کے میدان میں گئے؟ اس نے کہا گیا تھا، پوچھا کیا تصور کیا تھا؟ ایک کھلا میدان ہے، لوگ وہاں وقوف کرتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، التجائیں کرتے ہیں، اس نے کہا کچھ بھی خیال نہیں کیا، فرمایا اس وقت میں تم یہ خیال کرتے کہ تمام لوگ میدان محشر میں جمع ہیں اور اپنی اپنی مغفرت کے منتظر ہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، اپنے اپنے فیصلہ کے اور مغفرت کے منتظر ہیں، تو اہل اللہ پر ملاقات خداوندی کا شوق اسی رنگ میں غالب رہتا ہے۔

ایک بزرگ کا آنکھیں بند کرکے نماز پڑھنا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے مواعظ میں اپنے قریب کے زمانے کے ایک بزرگ کا واقعہ لکھا کہ جب وہ بزرگ نماز پڑھا کرتے تھے تو آنکھیں بند کرکے نماز پڑھتے تھے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز میں ویسے تو آنکھ بند کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کسی شخص کو اس کے بغیر خشوع حاصل نہ ہوتا ہو تو اس کے لئے آنکھ بند کرکے نماز پڑھنا جائز ہے، تو وہ بزرگ نماز بہت اچھی پڑھتے تھے، تمام ارکان میں سنت کی رعایت کرتے تھے لیکن آنکھ بند کرکے نماز پڑھتے تھے اور لوگوں میں ان کی نماز مشہور تھی، وہ بزرگ صاحب کشف بھی تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی یا اللہ! میں یہ جو نماز پڑھتا ہوں، میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے یہاں میری نماز قبول ہے یا نہیں؟ اور کس درجہ میں قبول ہے اور اس کی صورت کیا ہے، وہ مجھے دیکھادیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ایک نہایت حسین وجمیل عورت کے سامنے لائی گئی جس کے سر سے لیکر پاؤں تک تمام اعضاء نہایت متوازن ہیں، لیکن اس کی آنکھیں نہیں تھیں، ان سے کہا گیا کہ یہ ہے تمہاری نماز، اس بزرگ نے پوچھا کہ یا اللہ! یہ اتنے اعلیٰ درجہ کی حسن وجمال والی خاتون ہے، مگر اس کی آنکھیں کہاں ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ تم جو نماز پڑھتے ہو وہ آنکھیں بند کرکے پڑھتے ہو اسی واسطے تمہاری نماز ایک اندھی عورت کی شکل میں دکھائی گئی ہے، اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کا جو سنت طریقہ بتایا وہ یہ تھا کہ آنکھیں کھول کر نماز پڑھو، سجدہ کی جگہ پر نگاہ ہونی چاہئے، یہ ہمارا بتایا ہوا طریقہ ہے، گرچہ دوسرا طریقہ جائز ہے لیکن سنت کا نور اس میں حاصل نہیں ہوسکتا: ''لم یکن من ھدیة تغمیض عینیه فی الصلوة.

طلباء مدارس کے لئے درس عبرت

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا واقعہ ہے کہ ایک بڑھیا نے اپنے بچہ کو تعلیم وتربیت کے لئے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی خانقاہ میں داخل کیا، کچھ دنوں کے بعد بڑھیا کا گذر اسی راستہ سے ہوا تو اس نے سوچا کہ لاؤ ملاقات کرلوں، چنانچہ تلاش کرتے ہوئے جب وہ خانقاہ پہنچی تو دیکھا ایک کونے میں بیٹھا دال روٹی کھارہا ہے، یہ دیکھ کر بڑھیا کو بہت غصہ آیا اور اس نے غصہ میں حضرت کے حجرہ کا رخ کیا تو دیکھا دسترخوان لگا ہوا ہے اور حضرت مرغ پلاؤ نوش فرمارہے ہیں، یہ دیکھ کر بڑھیا کو اور غصہ آیا اور کہنے لگی خود تو مرغ پلاؤ کھارہے ہو اور میرے بیٹے کو دال روٹی کھلاتے ہو سوکھ کر کانٹا ہوگیا ہے، حضرت نے جواب دیا بڑی بی ابھی تمہارے بیٹے کا منہ مرغ پلاؤ کھانے کے لائق نہیں ہوا ہے، یہ سنتے ہی بڑی بی چراغ پا ہوگئی اور کہنے لگی، ہاں، ہاں تمہارا منہ مرغ پلاؤ کھانے کے لائق ہے میرے بیٹے کا منہ اس کے لائق نہیں ہے۔ بس حضرت کو جلال آیا اور کھائی ہوئی ہڈیوں کی طرف اشارہ کرکے کہا قم باذن اللہ بس یہ کہنا تھا اور دسترخوان پر مرغ کی جو ہڈیاں تھیں آپس میں جڑیں اس پر کھال چڑھی اور زندہ مرغ تیار ہوکر بولنے لگا، یہ منظر دیکھ کر بڑھیا خاموشی سے چلتی بنی۔

میرے بھائی! مدارس کی دال روٹی کھاکر ہی کچھ بنوگے ابھی سے اگر مرغ پلاؤ کا انتظام تمہارے لئے ہونے لگے تو تم کچھ نہیں بن پاؤگے انہی طلباء نے کچھ پایا اور کچھ بنے جنہوں نے طالب علمی کی زندگی میں مجاہدہ کیا اور جو تعیش میں پڑے رہے وہ کچھ نہیں بن سکے آج بھی اس کی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ اس لئے وسعت کے باوجود مجاہدہ کا عادی اپنے کو بناؤ جتنا موٹا جھوٹا کھاؤگے اچھا علم آئے گا، نفس مرے گا تقوی زندگی میں آئے گا۔

حسن سلوک کرو

خانوادۂ نبوت کے ایک چشم وچراغ حضرت زین العابدینؒ کو ایک مرتبہ ان کی ایک باندی وضو کرارہی تھی، اتفاق سے اس کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ گیا اور چھوٹ کر ایسا گرا کہ حضرت موصوف کے چہرۂ مبارک پر آگرا کچھ زخم لگ گیا، ابھی آپؒ نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا ہی تھا کہ باندی بولی: ''وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ'' حضرت نے فرمایا کہ میں اپنا غصہ پی لیا، پھر اس باندی نے آیت کا اگلا ٹکڑا تلاوت کیا: ''وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ'' تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے معاف کردیا، پھر اس باندی نے آیت کا آخری حصہ پڑھا: ''وَاللہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ''

آیت مکمل ہوگئی اور اس کا اثر بھی کمال تک پہنچ گیا حضرتؒ نے یہ آخری حکم صادر فرمایا، جا! تو آج سے آزاد ہے، حسن سلوک کا یہ بلند معیار ہے۔ اس واقعہ سے سبق لینا چاہئے، آج کل صورت حال یہ ہے کہ کسی خادم یا ملازم سے بلا ارادہ بھی اگر کوئی غلطی سرزد ہوجاتی ہے تو نہ صرف اس کو بروقت سزادی جاتی ہے، بلکہ مدتِ دراز تک بات بات پر طعنے بھی سننے پڑتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

سوشل میڈیا کا بیجا استعمال

فہیم احمد عبد الباری بھیونڈی

عالمگیریت کے اس دور میں جہاں ٹیکنالوجی نے انسانوں کو کئی سہولیات بہم پہنچائی ہیں، وہیں اس کے نقصانات بھی عیاں ہیں، انگریزی روزنامے ہندوستان ٹائمز نے گزشتہ دنوں ہندوستان کے مختلف شہروں کے نوجوانوں کا ایک سروے کیا اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ دور جدید میں نوجوان کیوں ذہنی دباؤ، اضطراب اور بے چینی کا شکار ہیں اور ان کے مسائل میں کون سے عوامل کارفرما ہیں، اگرچہ یہ سروے ایک بہت محدود سیمپل پر مشتمل ہے لیکن اس کے نتائج حیران کن ہیں اور بالخصوص شہری علاقوں کے بیشتر نوجوانوں کے مسائل کی غمازی کرتے ہیں، ان عوامل کی بناء پر نوجوان ڈپریشن، تناؤ، بے خوابی، کم عمری میں ذیابطیس اور دل کے عارضے میں مبتلا ہو رہے ہیں، یہ نتائج اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ بروقت نوجوانوں کی صحیح رہنمائی اور ذہنی تربیت انتہائی ضروری ہے۔

۸۰ر فیصد نوجوان اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بڑھتے دباؤ اور تناؤ کی بناء پر ان کی نیند متاثر ہوئی ہے، ۶۴ر فیصد طلبہ امتحانات کے ڈر سے بے خوابی کا شکار ہیں جبکہ ۴۵ فیصد ایسے ہیں، دہلی میکس ہاسپٹل کے ڈاکٹر سمیر ملہوترا کے مطابق مقابلہ جاتی امتحانات میں ناکامی کا خوف تناؤ اور ڈپریشن کا سب سے اہم سبب ہے، تعلیم کے علاوہ خوبصورت نظر آنا بھی طلبہ میں فکرمندی کا باعث ہے، بالخصوص کالج میں نیا نیا داخلہ لینے والے طلبہ کے لئے ایک اہم وجہ فکرمندی ہے کیونکہ اسکول تک ایک جیسے یونیفارم کی بناء پر اس کا احساس نہیں ہوتا لیکن کالج لائف میں کپڑے، ہیئر اسٹائل وغیرہ ان کے اضطراب کی ایک وجہ ہے تقریباً ۴۱ر فیصد طلبہ کے لئے یہ ایک اہم ایشو ہے، جو یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرح ڈریس زیب تن نہیں کیے تو ان کا مذاق اڑایا جائے گا، پھر دوست انہیں اپنے حلقے میں شامل نہیں کریں گے، یہ سوچ ایسے طلبہ کو احساس کمتری میں مبتلا کرتی ہے جو بعض اوقات انہیں جرائم پر آمادہ کرتی ہے، اس کے علاوہ کالج ہاسٹل میں ہونے والی ریگنگ کے واقعات بھی نوجوانوں کو شدید مذہبی تناؤ میں مبتلا کرتے ہیں اور بعض معاملات میں تو یہ خودکشی یا قتل کا سبب بھی بنتے ہیں۔

موجودہ کارپوریٹ اور ٹارگیٹ سلینگ (Target Selling) کلچر نے نوجوانوں کو اپنے کریئر میں ناکامی اور روزگار ختم ہوجانے کے ڈر میں مبتلا کردیا ہے، حالانکہ بڑے تعلیمی اداروں میں سو فیصد پلیسمنٹ کی ضمانت دی جاتی ہے لیکن نوجوان اس فکر میں رہتے ہیں کہ انہیں ان کی صلاحیت اور اہلیت کے مطابق نوکری ملے گی یا نہیں، مزید کاروبار کے مزاج اور کاروباری دباؤ نے نوجوانوں میں ڈپریشن، ذیابطیس اور دل کے عارضے جیسے امراض کا شکار بنادیا ہے، شاید اسی بناء پر موجودہ دور میں طلبہ اور نوجوانوں میں خودکشی، کم عمری میں موت اور جرائم کی طرف رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں، کلچر کے دباؤ کا ہی نتیجہ ہے کہ نوجوانوں کی اکثریت سگریٹ نوشی کی لت میں مبتلا ہے اور یہ تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے، یہ تو وہ افراد ہیں جو برسرِ روزگار ہیں جنہیں سرے سے روزگار ہی نہیں ملا ان کا کوئی ذکر نہیں، دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ نوجوان ان شہروں سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں روزگار اور جاب مارکیٹ کے ابھرتے ہوئے مراکز مانا جاتا ہے جیسے کوچی، بھبنیشور اور جے پور وغیرہ۔

ٹیکنالوجی کے اس دور میں جہاں دنیا بھر کی معلومات اپنے اسمارٹ فون پر انگلیاں پھیرنے سے حاصل ہوجاتی ہیں وہیں یہ اسمارٹ فون نوجوانوں کو تنہائی پسند بنانے میں اہم رول ادا کر رہا ہے، تقریباً ۱۰ر فیصد نوجوان اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ وہ تنہائی کے خوف کا شکار ہیں، اس سروے میں نوجوانوں سے یہ بھی پوچھا گیا کہ وہ اپنی تنہائی یا ذہنی دباؤ سے نجات حاصل کرنے کے لئے کیا کرتے ہیں، تقریباً ۷۴ر فیصد موسیقی سننے، ۵۳ر فیصد ٹی وی دیکھنے اور ۴۷ر فیصد دوسروں سے بات اور تقریباً اتنے ہی پارٹی کرنے ترجیح دیتے ہیں، حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ۳۷ر فیصد نے اپنی تنہائی اور ذہنی دباؤ سے نجات کے لئے اسمارٹ فون استعمال کرنا بتاتا ہے، یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ نوجوان در اصل اپنے بنیادی مسئلے ہی سے ناواقف ہیں، اس ضمن میں ڈاکٹر ملہوترا کا کہنا ہے کہ اسمارٹ فون کا بذات خود استعمال ان امراض کی وجہ ہے، ڈرائیونگ کرتے وقت فون پہ بات کرنا، ٹیکسٹ میسج کرنا یا سوشل میڈیا کی پوسٹ دیکھنا وغیرہ غیر متوقع حادثات کا سبب بنتا ہے اس کے علاوہ موبائل ساتھ میں لے کر سونا نیند میں بار بار خلل کا سبب بنتا ہے، جس کی بناء پر یہ نوجوان بے خوابی کا شکار ہیں۔

موجودہ دور میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی اہمیت کو اس بات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ حکومتوں کو بنانے اور بچانے کے علاوہ کسی عام واقعے کو خاص کردینے کی اہلیت رکھتا ہے، لیکن جہاں اس کے کئی فوائد ہیں وہیں یہ نقصان کا باعث بھی ہے، سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس نے جہاں ایک جانب ہماری زندگیوں میں کئی آسانیاں پیدا کی ہیں اور ایک دوسرے سے رابطوں کو سہولت کے ساتھ ممکن بنایا ہے وہیں دوسری طرف دیکھا جائے تو اس کی وجہ سے ہمارے نوجوانوں کو ذہنی صحت کے بحران کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے، بین الاقوامی جریدے انڈیپنڈنٹ کے مطابق گزشتہ ۲۵ر برسوں کے دوران نوجوانوں میں پائے جانے والے دباؤ اور پریشانیوں میں ۷۰ر فیصد اضافہ ہوا ہے اور اس دباؤ میں اضافے کی بنیادی وجہ سوشل میڈیا کو قرار دیا جارہا ہے، پندرہ سو نوجوان پر کیے جانے والے ایک سروے کے مطابق ۱۵ر سے ۲۴ر سال کی عمر کو نوجوان اس سوشل میڈیا کی وجہ سے دباؤ اور پریشانی کا شکار ہیں، سوشل میڈیا نوجوانوں کو کیسے دباؤ کا شکار بنا رہا ہے اس کے چند اسباب درج ذیل ہیں۔

ذہنی پریشانی کا سبب: آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ایک سائبر سیکورٹی کمپنی "میک کیفے" کے مطابق سوشل نیٹ ورکنگ کی ویب سائٹس ۸۷ر فیصد نوجوانوں کو ہراساں یا پریشان کیے جانے کے واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، انہیں قابل اعتراض پیغامات یا ای میل افواہیں اور نامناسب مواد ارسال کیا جاتا ہے، یہ انتہائی نقصان دہ طریق کار ہوتا ہے اور اسے کسی بھی وقت استعمال کیا جاسکتا ہے، کسی بھی نامعلوم شخص کی جانب سے تصاویر یا پیغامات ارسال کر کے تنگ کیا جاتا ہے جبکہ یہ پیغامات ارسال کرنے والے شخص کے بارے میں پتہ لگانا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے اور آپ بعض اوقات ان پیغامات یا تصاویر کو حذف بھی نہیں کرپاتے اور یوں آپ دباؤ کا شکار بن جاتے ہیں۔

ناامیدی اور دکھ میں مبتلا کردینا:۔ سماجی روابط کی ویب سائٹس پر پوسٹ کی جانے والی تصاویر دیگر صارفین کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں، اکثر صارفین ایسی تصاویر یا پوسٹ شیئر کرتے ہیں جن سے ایسا لگتا ہے کہ وہ ایک انتہائی حیرت انگیز اور بھرپور زندگی گزار رہے ہیں، دیگر صارفین ان تصاویر کو دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں جیسے ان کی زندگی میں کوئی خوشی نہیں ہے اور وہ ایک عام سی زندگی جی رہے ہیں اور یوں وہ خود کو دوسروں سے بہت پیچھے کرتے ہیں اور احساس کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں۔

تنہائی کا شکار ہو جانا:۔ یقیناً سوشل میڈیا نے روابط کا ایک جدید ترین ذریعہ تخلیق کیا ہے، لیکن حقیقت میں ہم خود کو دوسروں سے بہت زیادہ منقطع محسوس کرنے لگے ہیں، یونیورسٹی آف پٹیرز برگ کی ایک تحقیق کے مطابق اگر کوئی صارف روزانہ صرف ۲ر گھنٹے سوشل نیٹ ورکنگ کی ویب سائٹس پر گزارتا ہے تو وہ اس سے دوگنا زائد خود کو سماجی طور پر تنہا محسوس کرتا ہے، سوشل میڈیا پر تو نوجوان مسلسل ہر سماجی سرگرمی پر نظر رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کسی سے زیادہ ملتے نہیں ہیں اور نہ آمنے سامنے بیٹھ کر بات چیت ہی کرتے ہیں۔

سوشل میڈیا پوسٹ کے کمنٹس کے نتائج:۔ عام طور پر مذہبی یا سیاسی پوسٹ پر لوگ خوش ہوتے ہیں لیکن ایسا عموماً نہیں ہوتا اور بعض اوقات کسی پوسٹ پر کیے گئے کمینٹ کو پڑھ کر ایک سنجیدہ شخص انجانے خوف اور ناامیدی کی کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہے، انسان بنیادی طور پر اپنے مذہبی عقائد کے تئیں انتہائی حساس ہوتا ہے اور مذہبی پوسٹ پر کیے گئے نازیبا کمینٹ اس میں دوسروں کے تئیں نفرت کا جذبہ ابھارتے ہیں اور وہ غیر شعوری طور پر ایک پورے سماج اور کمیونٹی کے خلاف نفرت کا اظہار کرتا ہے جو سماج میں منافرت پھیلانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

سوشل میڈیا کے نشے کا عادی ہو جانا:۔ سوشل نیٹ ورکنگ کی ویب سائٹس آج اس حد تک ہماری زندگی میں رائج ہوچکی ہیں کہ ہم صبح اٹھ کر سب سے پہلے انہیں ہی چیک کرتے ہیں اور رات کو سونے سے قبل بھی آخری بار اسی پر پائے جاتے ہیں، برطانیہ میں کی جانے والی ایک تحقیق کے مطابق دو تہائی نوجوان اس وقت تک خود کو پرسکون محسوس نہیں کرتے جب تک کہ ان کی رسائی ان ویب سائٹس تک نہ ہوجائے، سوشل میڈیا کی یہ بری عادت ہمارے دماغ کے ان خطرناک حصوں کو بھی فعال کردیتی ہے جو کہ صرف منشیات یا کوکین جیسے نشے کرنے کی صورت میں ہی فعال ہوتے ہیں، سوشل میڈیا اب صرف وقت گزاری کی چیز نہیں رہی بلکہ ضروری حصہ بن چکی ہے۔

غیر اخلاقی اور نامناسب مواد تک رسائی سوشل نیٹ ورکنگ کی ویب سائٹس پر ہر قسم کے موضوع سے متعلق وسیع پیمانے پر معلومات حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ بھی بہ آسانی، لیکن اسی خاصیت کی بدولت نوجوانوں کی نامناسب یا قابل اعتراض مواد تک رسائی بھی ممکن ہوجاتی ہے جو ان کے ذہنوں پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے، دنیا میں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد صرف انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی بناء پر بآسانی غیر اخلاقی مواد رسائی حاصل کرلیتی ہے جو ان کی ذہنی نشوونما میں رکاوٹ اور غیر اخلاقی حرکات کا مرتکب بناتی ہے، امریکہ اور دیگر یوروپین ملکوں میں کم سنی میں جنسی تعلقات، کم عمر مائیں وغیرہ کوئی نئی بات نہیں ہے، لیکن اب ایشائی ممالک بھی، جنہیں اپنی تہذیب و ثقافت پر بڑا فخر رہا ہے، اس لعنت میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں اور یہ اسی ٹیکنالوجی کا مرہون منت ہے۔

افواہیں پھیلانے کا آسان ذریعہ:۔ موجودہ دور میں اگر یہ کہا جائے کہ کسی بات کو پھیلانے، کسی کی شخصیت کو داغدار کرنے کا آسان ذریعہ سوشل میڈیا ہے تو یہ کچھ غلط بھی نہیں ہوگا، حالانکہ معلومات کی ترسیل، باہمی ربط اور تعلیم و تعلم کا بھی یہ ایک اہم ذریعہ ہے لیکن نوجوان اسے کن چیزوں کے لیے استعمال کرتے ہیں یہ کسی سے بھی مخفی نہیں، اس کے علاوہ سماج دشمن عناصر کے لیے یہ ایک آسان ذریعہ ہے سماج میں باہمی نفرت پھیلانے کا، باتوں کو غلط لوگوں سے منسوب کرنا، کسی کی نجی محفلوں کی باتوں کو پوشیدہ طریقے سے ریکارڈ کر کے انہیں طشت از بام کرنا اس کے ذریعے آسان ہوگیا ہے۔

غلط معلومات کی ترسیل کا ذریعہ:۔ سوشل میڈیا بالخصوص فیس بک اور واٹس ایپ نے علم کو جتنا نقصان پہنچایا ہے، وہ ان کے فائدے سے کہیں بڑا ہے، کسی حدیث یا قول کو کسی سے منسوب کرنا، بغیر تحقیق کے معلومات کو کسی اور کو فارورڈ کرنا، ایک واقعے کے ویڈیو کی ایڈیٹنگ کر کے دوسرے واقعے سے منسوب کرنا، کسی کی ادبی تخلیقات کو کسی اور سے منسوب کرنا وغیرہ ایسے عوامل ہیں جو سماج میں غلط معلومات فراہم کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

بچوں کی نگرانی کے مسائل:۔ موجودہ دور میں سوشل میڈیا بالخصوص یوٹیوب وغیرہ ایسے ذرائع ہیں جن سے بچوں کی نگرانی ایک بڑا مسئلہ ہوگیا ہے، گھر میں کمپیوٹر یا موبائل پر گیم کھیلنے کے لیے ضد کرنے والے بچوں کو ان سے بچانا انتہائی مشکل ہوگیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ بچے دانستہ ایسا نہ کرنا چاہتے ہوں لیکن پھر بھی یہ ویب سائٹ خودکار طریقے سے ایسے مواد سامنے پیش کرتی ہیں جو کم عمر بچوں کے ذہنوں کو خراب کرنے کے لئے کافی ہیں، کسی فلم یا ویب سیریز کا پروموشنل ویڈیو یا اس سے متعلق کوئی اور مواد خود بہ خود موبائل یا کمپیوٹر اسکرین پر ظاہر ہوجانا ایسے مسائل ہیں جن سے والدین خود بھی شرمندہ ہوتے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی ذریعہ بھی ان کے پاس نہیں ہوتا۔

آن لائن فراڈ:۔ جہاں ایک طرف ٹیکنالوجی نے کاروباری معاملات کو آسان کردیا ہے وہیں دوسری طرف دھوکہ دھڑی اور فراڈ کے نئے نئے طریقے بھی سامنے آتے جارہے ہیں، اے ٹی ایم کارڈ کی نقل کے ذریعے چوری، آن لائن بینکنگ کے ذریعے رقم اینٹھنا، یہ خبریں بھی اب روزانہ کی زندگی کا حصہ بنتی جارہی ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک کی اکثریت اب بھی ٹیکنالوجی کے استعمال سے نابلد ہے بالخصوص معمر افراد اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ اس طرح کے واقعات روزانہ کا معمول بنتے جارہے ہیں۔

آنے والا وقت ٹیکنالوجی کی کیا نئی نئی اور حیرت انگیز ایجادات پیش کرے گا ہم شاید اس کا تصور بھی نہ کرسکیں لیکن ایک بات یقینی ہے کہ اگر بروقت اقدامات نہیں کیے گئے تو ٹیکنالوجی سے ہونے والے نقصانات روز بہ روز بڑھتے ہی جائیں گے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ٹیکنالوجی کا استعمال کریں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کے نقصانات کو بھی نئی نسل کے سامنے پیش کریں اور انہیں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر آمادہ کریں۔

Scanned with CamScanner

اردو لغت اور تلفظ

محمد امیر حمزہ

لغت کا بڑا کام معانی فراہم کرنا ہوتا ہے، ایک عام قاری کے لیے سب سے زیادہ کامیاب لغت نگار وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ معانی بتاتا ہے اور اساتذہ کے کلام کے حوالے پیش کر کے اپنی بات کو مدلل کرتا ہے، پھر تلفظ کی جانب توجہ دی جاتی ہے، تلفظ کا ذکر بالحرکات والاعراب ہے تو معاوہ زیر تحریر لایا جاتا ہے اگر باللفظ ہے تو لفظ کے ماخذ کے ذکر کے بعد تلفظ کی تفصیل دی جاتی ہے، پھر معانی کا ذکر ہوتا ہے، اردو میں جو باضابطہ لغات لکھی گئی ہیں ان کو تلفظ کے لحاظ سے تین زمرے میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، اول وہ لغت نگار جنہوں نے تلفظ کی وضاحت کے لیے فونیٹک سسٹم کو اپنایا اور تلفظ کو اس سسٹم کے تحت پیش کرنے کی مکمل کوشش کی خواہ تلفظ غلط ہی کیوں نہ ہو، اس زمرہ میں ہم ڈبلیو ایس۔فیلن کی لغت ''A New Hindustani-English Dictionary''، جان ٹی۔ پلیٹس کی 'اردو کلاسیکل ہندی اور انگریزی ڈکشنری' اور ڈنکن فاربس کی ''ڈکشنری ہندوستانی انگلش، انگلش ہندوستانی'' کو رکھ سکتے ہیں۔ دوسرے زمرے میں وہ لغات ہیں جن میں لفظ کے تلفظ کو حروف میں حرکات کے ساتھ توڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کوشش میں لغت نگار بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے؛ البتہ تمام حروف میں حرکت رکھنے میں کہیں کہیں چوک بھی ہوئی ہے؛ جس سے تلفظ سے مکمل طور پر قاری واقف نہیں ہو پاتا ہے، اس زمرے میں 'فرہنگ عامرہ' اور 'جامع فیروز اللغات' کو رکھا جا سکتا ہے، تیسرے زمرے میں وہ لغات آتے ہیں جنہوں نے تلفظ پر توجہ تو دی؛ لیکن بالحرکات۔ اس زمرے میں سب سے پہلا نام فرہنگ آصفیہ کا لیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ بھی کئی دیگر لغات اس نوعیت کے ہیں جن کا ذکر کیا جائے گا۔

ماضی میں جا کر جب لغت نویسی کی تاریخ کھنگالتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ لغت نویسی کا رواج وہاں زیادہ رہا ہے جہاں کسی بڑے مذہب نے جنم لیا ہو؛ اس زبان کے بولنے والے سیاسی طور پر مضبوط رہے ہوں یا اس زبان کا ادب ادب عالیہ میں شمار ہوتا ہو، مذکورہ تینوں وجوہات کی بنا پر غیر زبان داں لغت کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور جہاں ایک زبان کو دوسری زبان پر فوقیت حاصل نہیں ہو، کسی عظیم مذہب نے جنم نہیں لیا ہو یا جہاں عظیم ادب تخلیق نہیں ہوا ہو وہاں لغت نویسی کا بھی فقدان نظر آتا ہے، چنانچہ سب سے پہلے بدھ ازم کی تعلیمات کے لیے چینی لغت نویسی کا آغاز ہوا، کہا جاتا ہے کہ ولادت حضرت عیسیٰ سے ہزاروں سال پہلے ہی لغت کی ترتیب و تدوین کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا؛ لیکن مصدقہ طور پر چینی زبان کی سب سے پہلی لغت شواوین کی ملتی ہے، اسی طریقے سے ویدک کتابوں کی تقسیم کے لیے سنسکرت لغت نویسی کا آغاز ہوا اور شعری و مذہبی اثرات عربی میں بھی کافی کارفرما ہوئے، جہاں قرآن و حدیث میں آئے غریب یا دخیل الفاظ کی تشریح و تفصیل کے لیے لکھی جانے والی فرہنگوں نے باقاعدہ لغت نگاری کی بنیاد ڈالی، اس سلسلے میں ابوالاسود الدولی نے سب سے پہلے علم زبان کی بنیاد ڈالی، یہی علم آگے چل کر دو مختلف علوم 'لغت' اور 'نحو' میں تقسیم ہو گیا، ان دونوں علوم سے متعلق اہم کارنامے ساتویں صدی عیسوی میں خلیل بن احمد کی 'کتاب العین' (لغت) اور خلیل ہی کے شاگرد سیبویہ کی 'کتاب النحو' کی صورت میں سامنے آئی۔

انگریزی زبان میں لغت نویسی کی بنیاد لاطینی زبان کی حاشیائی لغات کی شکل میں سامنے آئی ان حاشیائی لغتوں میں انجیل کے اصل ماخذ یعنی دیگر زبانوں یونانی، عبرانی، لاطینی اور سریانی وغیرہ تک کی لغتیں اس کے نتیجے میں سامنے آئیں۔

ہندوستان میں اولاً مسلمانوں کی آمد پھر یوروپی اقوام کی آمد سے اردو لغت نویسی کا آغاز ہوتا ہے، سب سے پہلے اردو میں لغت نویسی کا آغاز نصاب ناموں سے ہوتا ہے، جن میں سے 'خالق باری'، 'لغات گجری'، 'حفظ اللسان'، 'صمد باری'، 'اللہ خدائی'، 'رازق باری'، 'رسالہ جان پہچان'، 'صفت'، 'واسع باری'، 'اللہ باری'، 'ناصر باری'، 'اعظم باری' یہاں تک کہ یہ سلسلہ غالب کے 'قادر نامہ' تک نظر آتا ہے، عصر حاضر میں بھی ایک کتاب 'حمد باری' کئی مدارس میں داخل نصاب ہے، اردو لغت نگاری کا دوسرا دور اردو۔ فارسی لغات سے شروع ہوتا ہے، اس کی ابتداء عہد عالمگیری میں ملا عبدالواسع ہانسوی کی 'غرائب اللغات' سے ہوتی ہے۔ اسی لغت کو بعد میں سراج الدین علی خان آرزو ''نوادر الالفاظ'' کے نام سے تصحیح و ترتیب کے ساتھ مرتب کرتے ہیں، اس لغت میں صرف ہندی الاصل اردو الفاظ کو بنیادی اندراج کی حیثیت دیکر فارسی زبان میں تشریح کی گئی ہے، اور ان الفاظ کے عربی و فارسی مترادفات جو اردو میں مستعمل ہیں ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے، اس لغت کے تقریباً چالیس سال بعد مرزا جان طپش دہلوی نے قیام ڈھاکہ کے دوران ۱۷۹۲ء میں ۹۶ر صفحات پر مشتمل ایک مختصر لغت مرتب کی جس کا نام 'شمس البیان فی مصطلحات ہندوستان' تھا، اس کی اشاعت مرشد آباد سے ۱۸۴۸ء میں ہوئی، لغت نگاری کے فن پر یہ لغت اس لیے اہم ہے؛ کیونکہ اس میں اردو الفاظ کے تلفظ کی نشاندہی توضیحی طریقے پر کی گئی ہے اور معنی بھی وضاحت سے لکھے گئے ہیں، مترادفات سے کام نہیں لیا گیا ہے؛ بلکہ پرہیز کیا گیا ہے، ۱۸۳۳ء میں مولوی محمد مہدی واصف نے ''دلیل ساطع'' کے نام سے ایک فارسی۔ اردو لغت مرتب کی جو پہلی بار مظہر العجائب مدراس سے شائع ہوئی۔ یہ لغت باضابطہ اردو یا فارسی زبان کو مد نظر رکھ کر مدون نہیں کی گئی ہے؛ بلکہ انہوں نے (جیسا کہ دیباچہ میں لکھا ہے) کہ اس کے الفاظ کسی انگریزی لغت سے ماخوذ ہیں، ہر لفظ کے بعد (ہ)، (س) لکھا گیا ہے۔ جس طرح انگریزی لغتوں کا شیوہ وضاحتی تلفظ کا رہا ہے ویسا ہی طریقہ اس میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ ۱۸۳۷ء میں مولوی اوحد الدین نے ایک لغت 'نفائس اللغات' کے نام سے مدون کیا۔ جو ۱۸۴۹ء میں نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ اس لغت کی اہمیت یہ ہے کہ یہ سابقہ تمام اردو فارسی لغات سے ضخیم ۶۴۶ر صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی لغت ہے جس میں اردو الفاظ کے تلفظ کی نشاندہی پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ۱۸۸۴ء میں علی اوسط اشک شاگرد ناسخ نے 'نفس اللغہ' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ یہ ایک فرہنگ قسم کی کتاب ہے، الفاظ کی تشریح بھی کم کم ہے، اس کی صرف ایک ہی جلد مکمل ہو سکی تھی جس میں صرف 'ت' تک کے الفاظ شامل ہیں، بقول ڈاکٹر مسعود ہاشمی ''اس لغت کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ مؤلف کو فن لغت نویسی کے اصول سے کوئی لگاؤ نہیں تھا'' (اردو لغت کا تنقیدی جائزہ، مسعود ہاشمی، ص ۵۰ر) ۱۸۴۵ء میں محبوب علی رامپوری نے 'منتخب النفائس' کے نام سے ایک لغت مرتب کی، اس میں تشریحی طریقہ کار نہ اختیار کرتے ہوئے صرف مترادفات کی تکنیک استعمال کی گئی ہے، مندرجات تین کالم میں ہیں ایک میں اردو، دوسرے میں فارسی، تیسرے میں عربی لفظ ہے۔ گویا یہ سہ لسانی لغت ہے، اس لغت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اردو و فارسی لفظ کے بجائے مصنف نے ساری قابلیت عربی لفظ میں صرف کی ہے حتی کے تلفظ میں بھی عربی لفظ کا ہی تلفظ حاوی ہے۔

اب تک ان لغتوں کا اجمالاً ذکر تھا جو ہندوستانی تھے اور جن کا تعلق فارسی اردو لغت نگاری سے تھا، اردو لغت نویسی میں مستشرقین کا اہم رول رہا ہے، انگریز ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آئے تھے اور حاکم بن کر حکومت کی، انہیں کے ساتھ عیسائی مبلغین کی کثیر تعداد ہندوستان آئی، جن کے لیے ہندوستانی زبان جاننا انتہائی ضروری تھا نیز حکومت و تجارت کے لیے بھی اردو جاننا ان کی پہلی ضرورت تھی، اس لیے انگریز اپنی ضرورت کے مطابق فرہنگ نویسی کی جانب مائل ہوئے پھر باضابطہ اردو کے لیے لغات ترتیب دیں، گریرسین کے حوالہ سے انگریزوں کے ذریعہ لکھی گئیں کئی لغتوں کا پتہ چلتا ہے جو اٹھارہویں صدی میں ترتیب دیے جا چکے تھے، بلکہ اس سے بھی قبل انہوں نے ایک ایسی لغت کا ذکر کیا ہے جو ۱۶۳۰ء میں سورت میں لکھی جا چکی تھی، جو فارسی، ہندوستانی، انگریزی اور پرتگالی الفاظ پر مشتمل تھی، اس لغت میں فارسی الفاظ رومن و فارسی رسم الخط میں اور ہندوستانی الفاظ رومن و گجراتی رسم الخط میں لکھے گئے تھے، گریرسین اس طرح کی ایک اور لغت کا ذکر کرتے ہیں ''Lexican Language Indostanica'' جو سورت میں ہی ۱۷۰۴ء لکھی گئی تھی۔ ان کے بقول اس لغت کا مسودہ روما کی لائبریری میں موجود تھا۔ یہ لغت دو جلدوں میں تھی اور ہر جلد پانچ سو صفحات پر مشتمل تھی۔ ۱۷۷۲ء میں جارج ہیڈلے نے صرف و نحو مع فرہنگ انگریزی ایک کتاب لکھی جو لندن سے شائع ہوئی، اس میں اردو الفاظ فارسی رسم الخط میں لکھے گئے تھے، اس میں ایسے الفاظ خاص طور سے شامل کیے گئے تھے، جو متحد الصوت مگر مختلف المعنی تھے۔ اشاعت ثانی بھی لندن ہی سے ۱۷۸۴ء میں ہوئی۔ تیسری اشاعت میں جملے اور مکالمے میں بھی اضافہ عمل میں آیا، پانچویں بار مرزا محمد فطرت لکھنوی کی تصحیح و اضافہ کے ساتھ ۱۸۰۱ء میں شائع ہوئی، جس میں بنگال کے رسم و رواج اور طور طریقوں پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی، چھٹی مرتبہ ۱۸۰۴ء میں، ساتویں مرتبہ مزید تصحیح و اضافہ کے بعد ۱۸۰۹ء میں لندن سے شائع ہوئی۔ جان گلکرسٹ کی مدون کردہ انگریزی۔ ہندوستانی ڈکشنری (دو جلدوں میں) کلکتہ سے ۱۷۸۷ء سے شائع ہونا شروع ہوئی، جو ۱۷۹۰ء میں مکمل ہوئی، اس لغت کی اہمیت بایں معنی ہے کہ اس میں انگریزی الفاظ کے معانی رومن اور اردو دونوں رسم الخط میں موجود ہیں، اردو الفاظ کی اصل کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے، اس لغت میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ اردو کے مترادفات کے ساتھ انگریزی کے مترادفات بھی شامل ہیں۔ اس وجہ سے اسے انگریزی ہندوستانی۔ انگریزی لغت کہا جاتا ہے۔ اصلاح و ترمیم و اضافہ کے بعد یہ لغت ہندوستانی فلولوجی کے نام سے دوبارہ ۱۸۱۰ء میں اڈنبرا سے اور تیسری بار ۱۸۲۰ء میں لندن سے شائع ہوئی، اس کے بعد اس دور میں متعدد ہندوستانی انگریزی اور انگریزی ہندوستانی لغتیں لکھی گئیں، جن میں سے دو لغتوں نے بہت ہی اہم مقام حاصل کیا۔ ایک ڈاکٹر فیلن کی ہندوستانی انگریزی ڈکشنری، دوسری پلیٹس کی اردو ہندی۔ انگریزی ڈکشنری۔

ڈاکٹر فیلن ۱۸۳۷ء میں بنگال ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ میں انسپکٹر آف اسکولز کی حیثیت سے منسلک ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے ''ہندوستانی انگلش لا اینڈ کمرشل ڈکشنری'' شائع کی۔ وہ اپنی جگہ بہت ہی معتبر اور وقیع تالیف ثابت ہوئی۔ ۱۹۷۶ء میں دوبارہ پاکستان سے یہ ڈکشنری شائع ہوئی، اس ڈکشنری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ انگریزی نظم و نثر کے اقتباسات سے مزین ہیں، جو انگریزی الفاظ و محاورات کی سند میں پیش کیے گئے ہیں، سب سے زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ انگریزی نظم کا ترجمہ فیلن نے اردو نظم میں ہی کیا ہے، اس ڈکشنری میں انہوں نے الفاظ و معانی کی وضاحت کے لیے جملوں، فقروں اور کہاوتوں کو پیش کیا ہے جو عموماً شمالی ہند میں بولی جاتی ہیں، تلفظ کی وضاحت فونیٹک سسٹم سے کی گئی ہے، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے واضح طور پر کیا تلفظ اختیار کیا ہے۔ جان ٹی پلیٹس کی اردو ہندی اور انگریزی ڈکشنری ۱۸۸۴ء میں پہلی بار آکسفورڈ یونیورسٹی سے شائع ہوئی۔ یہ ڈکشنری فیلن کی ڈکشنری کے مقابلے میں زیادہ ضخیم ہے۔ اس میں اردو کے ساتھ عوامی استعمال کے ہندی اور خالص سنسکرت الفاظ بھی شامل کیے گئے ہیں جو نہ اردو میں کبھی مستعمل تھے اور نہ ہی وقت تحریر مستعمل ملتے ہیں۔ پلیٹس نے اس لغت میں اصل لفظ یا ماخذ زبان کی نشاندہی کے سلسلے میں اردو ہندی الفاظ کی اصل شکل کو بھی پیش کیا ہے، ہندی الاصل الفاظ کو اردو رسم الخط کے ساتھ ساتھ ناگری رسم الخط میں بھی لکھ کر ان کی مختلف پراکرت، اپ بھرنش شکلوں اور ارتقائی مدارج پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ پلیٹس کی اس لغت کی اہمیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں نہ صرف لفظ کی اصل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؛ بلکہ دیگر زبانوں کے دخیل، اردو یا ہندی الفاظ کے اصل ماخذ تک پہنچنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ اور جہاں کہیں تحقیق نہیں ہو سکتی وہاں قیاس سے کام لیا گیا ہے۔ فارسی اردو۔ اردو فارسی، ہندوستانی انگریزی۔ ہندوستانی لغت نویسی کے بعد اردو۔ اردو لغت نویسی کا دور شروع ہوتا ہے۔ اردو۔ اردو لغت نویسی کی سب سے پہلی کڑی امام بخش صہبائی کی ایک تالیف ہے جو صرف و نحو سے متعلق ۱۸۴۹ء میں لکھی گئی تھی، جو اس وقت کے رواج کے برخلاف اردو میں لکھی گئی، اس کے بعد سید ضامن جلال لکھنوی کی سرمایہ زبان اردو ہے جو ۱۸۸۶ء میں شائع ہوئی۔ نیاز علی بیگ کی ''مخزن فوائد'' ۱۸۸۶ء، منشی چرنجی لال کی ''مخزن المحاورات'' ۱۸۸۶ء، مرزا محمد مصطفیٰ عرف مچھو بیگ عاشق لکھنوی کی ''بہار ہند''، سید احمد دہلوی کی لغات اردو (جو آگے چل کر فرہنگ آصفیہ کی تدوین کی بنیاد بنی)، مولوی اشرف علی لکھنوی کی مصطلحات اردو (۱۸۹۰ء) وغیرہ ہیں، اسی دور میں اردو کی سب سے معتبر و اہم لغت ''فرہنگ آصفیہ'' لکھی گئی۔ سید احمد دہلوی 'فرہنگ آصفیہ' سے پہلے 'لغات اردو' شائع کر چکے تھے جو 'ارمغان دہلی' کے نام سے مختصر رسالوں میں شائع ہوئی تھی، بعد میں اسی 'ارمغان دہلی' پر مبنی 'لغات اردو' اور 'لغات النساء' کی از سر نو تدوین کی، جو کئی اضافوں اور ترمیمات کے ساتھ پہلی جلد 'ہندوستانی اردو لغت' کے نام سے مدون کی گئی، بعد میں نظام دکن کے مالی امداد کے باعث میں فرہنگ آصفیہ کے نام سے موسوم ہوئی جس کی جلد اول و دوم ۱۸۸۸ء میں جلد سوم ۱۸۸۹ء میں اور جلد چہارم ۱۹۰۱ء میں مکمل ہوئی۔ فرہنگ آصفیہ کئی اعتبار سے انتہائی اہمیت رکھتی ہے، نیز یہ اردو کی پہلی مبسوط اردو لغت ہے جو بعد کی تمام لغتوں کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہے؛ اگرچہ اس میں ادبیت غالب ہے اور شعری ترکیبات بہ افراط شامل کی گئی ہیں، تاہم تلفظ کی نشاندہی یا وضاحت کا کوئی باضابطہ التزام نہیں ملتا ہے۔ 'امیر اللغات' امیر مینائی کی اردو لغت نگاری میں خاصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا پہلا حصہ (الف ممدودہ) ۱۸۹۱ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے، دوسرا حصہ ۱۸۹۲ء میں آگرہ سے ہی، تیسرا اور چوتھا حصہ زیر طبع ہی تھا کہ ۱۹۰۰ء میں امیر مینائی کا انتقال ہو گیا۔ یہ لغت فرہنگ آصفیہ پر ایک اضافے کی حیثیت رکھتی ہے، وہ اس طور پر کہ اس میں اندراجات کے اصل اور ماخذ لسانی کی نشاندہی نیز تلفظ کی نشاندہی کے سلسلے میں مکمل تحقیق سے کام لیا گیا ہے، اس لغت کو یہی صفت اہمیت کا حامل بناتی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۵ ر پر)

Scanned with CamScanner

اختلاف و انتشار سے بچئے

مولانا خورشید عالم مدنی، پھلواری شریف، پٹنہ

اتحاد ایک چھوٹا سا لفظ ہے، لیکن اس میں معانی کا سمندر اور حسین کائنات پوشیدہ ہے۔ اتحاد ایک عظیم طاقت ہے۔ اتحاد قوم وملت کے عروج وارتقاء کا راز اور عنوان ہے۔ اقوام کی تاریخ گواہ ہے کہ جن قوموں کے اندر اتحاد واتفاق، اخوت ومحبت پائی گئی وہ قومیں آسمان رفعت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکیں، فتح ونصرت نے ان کے قدم چومے، اور عزت وسعادت نے انہیں اپنے آغوش میں لیا۔ اور جو قومیں منتشر ہوگئیں، اختلاف وانتشار کا شکار ہوگئیں، ان کے شیرازے بکھر گئے، وحدت پارہ پارہ ہوگئی اور اس اجتماعیت کے فقدان نے انہیں صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ خلافت عباسیہ ہو یا خلافت عثمانیہ، اسپین کی خلافت بنی امیہ ہو یا ان خلافتوں کی ذیلی امارتیں، ان سب کی تباہی و بربادی کی داستان المناک باہمی نااتفاقی کی ناپاک سیاہی سے لکھی گئی۔ اس باہمی ٹکراؤ اور آویزش کے نتیجے میں اسلام کا بڑھتا قافلہ رک گیا اور مجاہدین اسلام کے جو خون اعلاء کلمۃ اللہ، ملت کی سربلندی اور اسلامی سلطنت کی توسیع کے لیے بہہ رہے تھے وہ آپس میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے، ایک دوسرے کی سرحد پر ناجائز قبضہ کرنے میں بہنے لگے، اور اس کا جو انجام ہوسکتا تھا اسے تاریخ کی آنکھوں نے دیکھا۔

اتحاد ایک ایسا ہتھیار ہے، جس کے سامنے ساری طاقتیں سرنڈر کر جاتی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اتحاد اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ ارشاد باری ہے ''وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا" (آل عمران: 103) ''یعنی تم اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے۔''

ایسی عظیم دولت جس کے حصول کے لیے اگر ہم زمین کی ساری دولت لٹا دیں پھر بھی ناکام رہیں گے۔ ارشاد باری ہے ''لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ" (انفال: 63) ''یعنی زمین میں جو کچھ ہے، تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا۔''

اتحاد کی عظمت واہمیت کے لیے یہ کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو سب سے پہلے قبا میں مسجد کی تعمیر فرمائی۔ اس تعمیر مسجد کے پیچھے آپ کا یہ مقصد تھا کہ اس کے ذریعے ایک طرف صحابہ کرام کے قلوب اللہ سے جڑیں گے تو دوسری طرف ان کے دل باہم جذبہ اخوت ومحبت سے بھی سرشار ہوں گے۔

اور جب آپ مدینہ پہنچے تو وہاں مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ انصار ومہاجرین کے مابین مواخات و بھائی چارگی قائم کرنے کی کوشش کی، چنانچہ انصار مدینہ نے ایمان کی بنیاد پر اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ جس اخوت ومحبت کا مظاہرہ کیا، دنیا کی تاریخ ایثار ومحبت کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ''وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' (حشر: 9)
یعنی (فئی کا مال ان کے لئے ہے) جنہوں نے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے، اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں، اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے؛ بلکہ اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود کو کتنی ہی سخت حاجت میں ہو۔'' مہاجرین نے اللہ کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا تو انصار ان لٹے پٹے مہاجر بھائیوں کے لیے دل کے تمام دروازے کھول دیے۔ چنانچہ آپ کی حکمت وصالح تربیت کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ جو کل تک پہلے میں پانی پیئوں گا، پہلے میرا گھوڑا پیئے گا کی رٹ لگا رہے تھے، اب ان کی کیفیت یہ ہوگئی کہ وہ میدان جنگ میں جاں کنی کے عالم میں یہ رٹ لگانے لگے کہ پہلے میرے اس پیاسے بھائی کو پانی پلاؤ! اور جو کل تک ایک ایک انچ زمین کے لئے لڑنے مرنے کے لیے تیار رہتے تھے، وہ اب زمینوں، مکانوں اور باغات، بلکہ اپنی خوبصورت بیویوں کو بھی اپنے مہاجر بھائیوں کے حوالے کرنے لگے۔

ارسطو یونان کی سڑکوں پر دن میں چراغ جلائے جا رہا تھا۔ کسی نے پوچھا استاد! یہ دن میں چراغ؟ جواب دیا کہ میں انسان ڈھونڈ رہا ہوں۔ ارسطو کو راستے پر چلنے والا انسان لومڑی یا بھیڑیا نظر آ رہا تھا۔ ارسطو کا چراغ انسان نہ ڈھونڈ سکا، حالانکہ اگر اس کی عمر لمبی ہوتی اور تقدیر اس کی مدد کرتی اور وہ مدینۃ الرسول کی سڑکوں پر چلتا، تو اس کی آنکھیں اس حقیقی انسان کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوتیں۔ اس کی نگاہ اس مہمان پر پڑتی جو رسول گرامی کے پاس ہوتے، جسے دیکھ کر رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ذرا میری بیویوں سے دریافت کرو مہمان کے لئے کچھ ہے؟ ہر گھر سے یہی جواب آیا کہ گھر میں پانی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ بالآخر ایک صحابی نے اس کا ہاتھ تھاما، گھر لے گئے اور بیوی سے کہا ''اکرمی ضیف رسول اللہ یکرمک اللہ'' رسول کے مہمان کی عزت کیجئے اللہ آپ کی عزت کرے گا بیوی جواب دیتی ہے گھر میں تھوڑا کھانا بچوں کے لئے ہے۔ وہ میاں بیوی دونوں بھوکے رہ گئے اور بچوں کو بھوکا سلا دیا، لیکن مہمان کا پیٹ بھر دیا۔ صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لقد عجب اللہ بصنیعکما'' (مسلم) کہ تم دونوں کے مہمان کی ضیافت کا یہ عمل اللہ کو بھا گیا۔

اگر ارسطو زندہ رہتا تو وہ اس منظر عجیب کو دیکھتا کہ ایک صحابی کے پاس بکری کا سرا تحفہ میں آیا۔ اس صحابی نے دیکھ کر اپنا سر جھکا لیا اور کہا ''فلان احوج الیہ منی'' میرے فلاں بھائی اس کا زیادہ محتاج ہے چنانچہ اس نے دوسرے کے پاس بھیجا اور دوسرے نے تیسرے کے پاس بھیج دیا، میں کیسے کھا لوں میرا فلاں بھائی اس کا زیادہ مستحق ہے۔ بالآخر بکری کا وہ سرا سات گھروں کا چکر لگاتے ہوئے اسی صحابی کے پاس پہنچ گیا، جس نے بھیجا تھا۔

اس اتحاد، اخوت واجتماعیت کی تعلیم تمام اسلامی عبادات میں جلوہ گر ہے۔ یہ نماز جسے جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید، جمعہ وعیدین میں مسلمانوں کی اجتماعیت کا حسین اہتمام، روزہ میں تمام امیر وغریب کا ایک آواز پر امساک وافطار کا نظارہ، ایک امیر کی سربراہی میں زکوۃ کی تقسیم اور یہ حج جو وحدت ومساوات کا سب سے بڑا مظہر اور بڑی نشانی وعلامت ہے۔ بلاشبہ یہ تمام عبادتیں اپنے اندر باہمی وحدت واخوت، ہمدردی و محبت کی تعلیم دیتی ہیں اور باہمی اختلاف وافتراق سے دور رہنے کا پیغام دیتی ہیں۔

اختلاف وانتشار اور اس کے نقصانات

یہ اختلاف مذموم شئی ہے۔ اس سے آپ کمزور ہو جائیں گے، ناکام و نامراد رہیں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے ''و لا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم'' (انفال) ''یعنی تم آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔'' اتحاد کی مثال اس اینٹ کی طرح ہے جسے اگر دیوار سے سجا دیا جائے تو وہ مضبوط ہو جائے گی، لیکن اگر اسے منتشر کر دیا جائے تو جو چاہے گا اسے اٹھالے گا۔ بکری اگر ریوڑ سے الگ ہو جائے تو آسانی سے بھیڑیا اٹھا کر لے جائے گا اور اگر وہ ریوڑ کے ساتھ ہے تو کسی بھیڑیا کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوگی۔ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کو اختلاف وانتشار سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

''ان دمائکم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا'' (مسلم) بیشک تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہارے عزت وآبرو تمہارے لئے اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ مہینہ قابل احترام ہے۔ اور باہمی خونریزی کے دو اسباب سود/مقتول کے انتقام کے مطالبہ کا خاتمہ فرمایا'' ألا ان دماء الجاھلیة موضوعة ألا ان ربا الجاھلیة موضوع، کل شيء من أمر الجاھلیة تحت قدمي موضوع'' (مسلم) سنو! زمانہ جاہلیت کے خون، سود اور تمام امور میرے قدموں کے نیچے روند دیے گئے یعنی ختم کر دیے گئے۔

(1) 656ھ میں ہلاکو خان نے بغداد و دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجا دیا۔ 15 لاکھ مسلمان ذبح کر دئے گئے۔ دریائے دجلہ کا پانی سرخ ہوگیا۔ جس بغداد کو جنت کا نمونہ اور مدینۃ السلام کہا جاتا تھا، وہاں مسلمانوں کی حکومت کا چراغ گل ہوگیا، اور اہل بغداد آسمان کی بلندیوں سے خاک کی پستی میں گر پڑے۔ تاتاری وحشی قوم کو چنگیز خان نے متحد کر دیا تھا۔ وہ چالیس دنوں تک شہر کو لوٹتا رہا، نہ عورتوں کو بخشا اور نہ بیماروں پر ترس کھایا۔ بغداد کی گلیوں میں خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ ہر طرف لاشوں کے انبار تھے۔ اور ان کے سروں سے مینار بنائے جا رہے تھے۔ ان ظالموں نے عظیم الشان لائبریریوں کو جلا کر راکھ کر دیا، اس عظیم حادثہ کے ماتم سے کبھی بھی مؤرخین وشعراء فارغ نہیں ہو سکے، سعدی شیرازی نے کہا'' آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمین'' اس واقعہ پر اگر آسمان سے خون کی بارش ہو تو ٹھیک بات ہوگی۔

اس عظیم حادثہ وشیطانی حملے کا سبب کیا تھا؟ کیوں اس نے حملہ کیا؟ مولانا آزاد ترجمان القرآن سورہ انبیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس کا سبب مسلمانوں کی فرقہ بندیاں تھیں، جاہلی عصبیتیں تھیں، ہلاکت و تباہی کا دروازہ حنفیوں اور شافعیوں کے باہمی جدال سے کھلا اور اس تباہی کی تکمیل سنیوں اور شیعوں کی اختلاف کے سبب ہوئی۔

مولانا لکھتے ہیں: ان کے اختلافات کے نتیجے میں جب تاتاری داخل ہوگئے، اور ان کی تلواریں چمکیں، تو اس نے نہ حنفیوں کو دیکھا اور نہ شافعیوں کو۔ دونوں اس کی زد میں آ گئے۔

(2) ہماری نااتفاقی نے یہ جلوہ دکھایا کہ 798ھ میں اسپین کی صدیوں کی اسلامی حکومت ختم ہوگئی۔ اور وہاں سے اسلام اور مسلمانوں کے نام و نشانات مٹا دیئے گئے۔

(3) ہمارے انتشار کے سبب ہی 1948ء میں عربوں کے سینے میں شیطانی ریاست اسرائیل کا قیام عمل میں آیا۔ اور آج اسرائیل مسلم ممالک کو تباہ کرنے، اور اسلام ومسلمین کے خلاف سازشیں رچنے، مظلوم فلسطینیوں کے حقوق کو پامال کرنے میں سرگرم عمل ہے۔ ہماری ہر تباہی کے پیچھے اس کا ہاتھ ہے۔ یہ افغانستان، عراق، سوریا، یمن، کی تباہی اور آج دنیا میں جو مسلمان عالمی دسترخوان کا لقمہ تر بن چکا ہے۔ یہ ابوغریب گوانتاموبے اور اسرائیل کی جیلوں میں مسلم قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک، پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی، قرآن کا جلایا جانا۔ یہ ہماری بداعمالیوں، ہماری رسہ کشیوں کے نتائج ہیں۔

جب میں کہتا ہوں یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے اپنا نامہ اعمال دیکھ

بھائی چارگی کی اس چادر کو ہم نے کہاں پھینک دیا، جسے ہم نے نبی کے دست مبارک سے اپنے سروں پر اوڑھا تھا۔ اس چادر کو تار تار کر کے ہم کمزور ہو گئے۔ آیئے! ہم بھائی چارہ کو فروغ دیں۔ ہر قدم پر محبتوں کے چراغ جلائیں۔ تبھی ہماری شب تاریک سحر میں بدل سکتی ہے، قسمت کا تارا چمک سکتا ہے اور عزت وسعادت مل سکتی ہے۔

سینکڑوں خدا ہیں جن کے ایک ساتھ کھڑے ہیں
ایک خدا والے سارے بکھرے پڑے ہیں
(ہاشم فیروز آبادی)

اور اقبال کی زبان ان الفاظ میں شکوہ کناں ہے:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قُرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

شب برأت

مفتی محمد ثناء الهدیٰ قاسمی

شعبان کا مہینہ اسلامی تاریخ میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے کہ اسی ماہ میں حضرت حسینؓ کی ولادت ہوئی، اسی ماہ میں حضرت حفصہؓ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا، مسجد ضرار کی حیثیت اسی ماہ میں واضح ہوئی اور اسے نذر آتش کیا گیا، اسی مہینہ میں تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا اور اسی مہینہ میں مسیلمہ کذاب کے وجود سے دنیا پاک ہوئی؛ لیکن اسلام میں اس کی اہمیت ایک اہم رات کی وجہ سے ہے، جسے شب براءت کہتے ہیں، یعنی جہنم سے گلو خلاصی کی رات، اس رات کو اللہ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے اور سارے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے آواز لگائی جاتی ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس آواز کے ساتھ اپنی ضرورتیں بارگاہ ایزدی میں پیش کرکے دامن مراد حصولیابیوں سے بھر لیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اگر تو نے ہمارا شمار بد بختوں میں کرلیا ہے تو اسے مٹا دے اور ہمیں نیک بختوں میں لکھ لے اور اگر ہمیں نیک بختوں میں لکھ رکھا ہے تو اسے برقرار رکھ؛ کیونکہ تیرے ہی پاس لوح محفوظ ہے، اس رات رحمت کی باد بہاری چلتی ہے، مغفرت کے پروانے تقسیم ہوتے ہیں اور جہنم سے گلو خلاصی عمل میں آتی ہے، گویا پورے سال بندہ رحمت خداوندی کی تلاش میں رہتا ہے؛ لیکن اس رات میں رحمت خداوندی بندوں کو تلاش کرتی ہے، اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں، اس فضیلت والی رات میں بھی بعض محروم القسمت اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے محروم رہ جاتے ہیں، مختلف احادیث میں ان کا ذکر آیا ہے، اس فہرست میں کینہ رکھنے والا، مشرک، ناحق خون کرنے والا، قطع تعلق کرنے والا، ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، غیب کی باتیں بتانے والا، کاہن، نجومی، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، شراب کا عادی، ظلماً ٹیکس وصولنے والا اور باجہ بجانے والا، سود کھانے والا، چغل خور، زانی، گستاخ رسول، شامل ہے، یہ فہرست مکمل نہیں ہے، تحقیق سے اور بھی کچھ لوگوں کا اضافہ ہوسکتا ہے، ہر آدمی کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کسی ایسے اعمال بد کا شکار تو نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس رات میں بخشش سے محرومی اس کا مقدر ہے۔

اس رات کے فضائل بے شمار ہیں، احادیث میں روزے رکھنے اور نمازیں پڑھنے کا بھی ذکر ہے؛ لیکن اس کی خاص رکعات اور پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ مذکور نہیں ہے، اس لیے یہ کہنا کہ اس رات میں سو رکعت نفل پڑھی جائے اور ہر رکعت میں دس دس بار قل ھو اللہ پڑھیں، صحیح نہیں، اس نماز کو ۴۴۸ھ میں بیت المقدس میں عام لوگوں کی قربت کے حصول کے لیے بعض ائمہ مساجد نے شروع کرایا تھا، دھیرے دھیرے اس نے جڑ پکڑلیا، اس نماز کے ساتھ قوم برامکہ نے چراغاں کا اضافہ کیا اس کے علاوہ یہ اور بہت سارے منکرات پر مبنی تھا، اس لیے علماء نے اسے بدعت سے تعبیر کیا ہے، عرب میں اس بدعات کو ختم کرنے کے لیے جد وجہد کی گئی اور بالآخر آٹھویں صدی ہجری میں عربوں کے یہاں اس بدعت کا خاتمہ ہوگیا؛ لیکن ہندوستان میں چراغاں، رت جگے، اجتماعی قرآن خوانی، ایصال ثواب کی مجلسوں کا قیام، حلوہ بنانا، بانٹنا اور کھانا آج بھی رائج ہے، چراغوں کے ساتھ پٹاخوں کی بھی کثرت ہوتی ہے اور بالکل غیر مسلموں کی دیوالی کا سا منظر ہوتا ہے، ظاہر ہے اس عمل کا کوئی تعلق شریعت سے نہیں ہے اور اگر کسی قوم کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت کو سامنے رکھیں تو یہ ممنوعات کے ذیل میں ہی آئے گا؛ اس لیے ہمیں اس سے بچنا چاہیے یہ شرعی تقاضوں کے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے اس رات میں عبادت کا اہتمام کرنا اور پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنا تو ثابت ہے، قبرستان کی حاضری سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، اس رات کی فضیلت سے متعلق احادیث بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، مؤطا، ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور ہے، اور اس کثرت سے ہیں کہ اس کے ثبوت میں کلام نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ شریعت کے مدارج کو سمجھنا چاہیے اور اسے مستحب سمجھ کر ادا کرنا چاہیے، سماج میں اگر کوئی مسلمان اس رات کی فضیلت کا انکار کرتا ہے، روزہ نہیں رکھتا ہے تو اس پر لعن طعن کرنا اور اس کو جھگڑے کا سبب بنانا قطعاً درست نہیں ہے۔ اسی طرح اس رات کو لہو ولعب میں گذارنا نہیں چاہیے، پٹاخہ، آتش بازی اور چراغاں سے گریز کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ سب شیطانی کام ہیں، جس سے عبادت کے فوائد کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

فتح اندلس

حضرت حسان ابن نعمان جب افریقہ کے گورنر (والی) مقرر ہوکر پہنچے تو ان دنوں وہاں ایک عورت ان سب پر حاکم تھی۔ یہ عورت مسلمانوں سے بار بار ٹکرانے کے لئے افواج کو منظم کرتی رہتی، مسلمانوں کا بڑا وقت دفاعی حکمت عملی میں صرف ہونے لگا، مسلمانوں کو اس جنگ میں شکست ہوئی۔ حسان ابن نعمان علاقے سے پوری طرح واقف نہ تھے، انہیں خلیفہ وقت عبدالمالک سے کمک طلب کرنا پڑی، مدد کے آتے ہی مسلمانوں نے اس عورت کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور پورے خطے پر چھا گئے، اس عورت کا جنگی جنون خاک میں مل گیا، مسلمانوں نے اس ظالم عورت سے خطے کو نجات دلادی اور بربریوں کو بھی ان کے جبر کی سزادی۔ اس جنگ میں عورت کے مارے جانے سے بربریوں کی قیادت بحران کا شکار ہوگئی۔ حسان بن نعمان نے جنگی حکمت عملی کو نئے سرے سے ترتیب دیتے ہوئے دیرپا حکومت کے قیام کے لئے بربریوں اور رومیوں کی طاقت کو منتشر کرنے کا حکم دیا، آپ کی افواج دیر تک جنگلات وغیرہ میں انہیں ڈھونڈتی، کئی علاقوں میں ان کا پیچھا کرتی رہی۔ عربی عسکریوں کو حکم تھا کہ رومی اور بربری افواج جہاں نظر آئیں انہیں منتشر کردیا جائے اور اگر جنگ پر آمادہ ہوں تو شکست دیئے بغیر میدان خالی نہ کیا جائے۔ اس حکمت عملی سے مسلمانوں کو افریقہ میں قدم جمانے کا موقع مل گیا۔

۸۲ھ کا واقعہ ہے، افریقہ پر مسلمانوں کو طویل عرصے تک اقتدار قائم رکھنے کا موقع ملا ۸۲ھ میں ہی عبدالعزیز بن مروان نے عامل (حاکم) مصر حسان کو معزول کردیا۔ معزولی کی کوئی خاص وجہ نظر نہیں آئی۔ البتہ ان کی جگہ موسیٰ بن نصیر کو بھیجا گیا۔ وہ عبدالعزیز کے دست راست سمجھے جاتے تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے بھی کوئی کمزوری دکھانے کی بجائے اچھے سے حکومت کی اور قدم جمالئے۔ اسلامی ریاست کو پوری طرح منظم کرنا شروع کیا۔ کمانڈر موسیٰ نے افریقہ میں ۳ر عسکری مہمات بھیج کر امن وامان قائم کردیا۔ قبائل قابو میں آ گئے۔ افریقہ سے فارغ ہوکر مسلمانوں نے یورپ کی جانب نگاہ کی۔ حضرت عقبہ ابن نافع نے یورپ کو فتح کرنے کے بعد کئی علاقے خالی کردیئے تھے لیکن موسیٰ بن نصیر نے مستقل قیام کا بندوبست کیا۔ بربریوں کی بربریت ختم کرنے کے لئے تبلیغ پہلے سے ہی جاری تھی۔ انہوں نے بربریوں کو دینی تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے ۱۷ر علمائے کرام مقرر فرمائے۔ ان کے دور میں ملکی انتظام اور تبلیغ اسلام پہلو بہ پہلو چلتے رہے۔ وہ دونوں میں سے کسی کام سے بھی غافل نہ ہوئے، اسی دوران طارق ابن زیاد کو والی طنجہ مقرر کردیا گیا۔ طارق کی فتوحات کا سلسلہ ۸۳ھ سے ۹۲ھ تک جاری رہا۔ موسیٰ بن نصیر کا سبہ (یاسبا) کے قلعے سے تعلق قائم ہوا، یہ حقیقت میں مشرقی رومی سلطنت کے زیر قبضہ ایک علاقہ تھا، مگر اس کا نظم ونسق شہنشاہ اسپین کا مقرر کردہ گورنر جولین دیکھ رہا تھا۔ سبہ کے گورنر جولین نے ملکی دستور کے مطابق اپنی بیٹی کو راڈرک شاہ اسپین کے دربار میں تعلیم وتربیت کے لئے بھیج دیا تھا۔ شاہی دربار میں اس کی بیٹی کے ساتھ ناروا سلوک پر گورنر جولین برہم ہوا اور شاہ اسپین سے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ جولین بدلہ لینے کی تراکیب سوچتا رہا۔ یہ واقعہ نہاں رکھ کر اندلس کی حقیقی تاریخ کو مسخ کیا جارہا ہے۔ کمانڈر موسیٰ سبہ تک تو پہنچ گئے تھے، موسیٰ بن نصیر نے آگے جانے سے پس وپیش کی، لیکن گورنر سبہ جولین بادشاہ کو سزا دلوانے پر بضد تھے اور چاہتے تھے یہ کام مسلمانوں کے ہاتھوں انجام پائے، ان کے زور دینے پر کمانڈر موسیٰ نے خلیفہ ولید سے اجازت طلب فرمائی، جو مل گئی۔ خلیفہ ولید نے طارق ابن زیاد (گورنر طنجہ) کو ۱۲ر ہزار سپاہیوں کے ساتھ اندلس روانہ کیا، شہنشاہ اسپین راڈرک ان دنوں بغاوت کو ٹھنڈا کرنے اسپین کے شمال میں مقیم تھا۔ وہیں اسے حملے کی اطلاع ملی۔ متوقع حملے کی خبر ملتے ہی وہ بغاوت سے منہ موڑ کر جنوب کی جانب روانہ ہوا جہاں سے طارق بن زیاد کا قافلہ آرہا تھا۔ جنوب میں ہی اس نے تمام دیگر علاقوں سے افواج طلب کرلیں لیکن دوسری جانب طارق ابن زیاد تھے۔ ۳ر روزہ جنگ میں طارق ابن زیاد کو دائمی فتح ملی۔ شہنشاہ راڈرک مارا گیا۔ مسلمان اس وسیع وعریض علاقے کے تن تنہا وارث بن گئے۔

۹۲ھ میں قرطبہ، مالقہ، غرناطہ، مرسیہ اور طلیطلہ پر بھی اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔ موخر الذکر شہر کے شمال میں ان کو مائدہ سلیمان ملا تھا۔ طارق ابن زیاد کو موسیٰ بن نصیر نے حکم دیا کہ ان کی آمد تک فتوحات کا سلسلہ روک دیا جائے، یعنی پیش قدمی نہ کی جائے۔ لیکن طارق ابن زیاد آگے پیش قدمی کرتے رہے جس پر موسیٰ نصیر برہم ہوئے، لیکن آگے بڑھنے کا فیصلہ تاریخی طور پر درست تھا، اس سے مسلمانوں کو دفاع کا موقع مل گیا۔ موسیٰ بن نصیر بھی ۹۴ھ سے ۹۵ھ تک جنگوں میں مصروف رہے، مقامی قبائل سے الجھنا پڑا، راستے میں رکاوٹ بننے والی ہر فوج اور قبیلے کو پسپا کیا۔ کمانڈر موسیٰ نے دعویٰ کیا کہ ان کی فوج کو کبھی شکست نہیں ہوئی، مورخین نے بھی اس دعوے کو جھٹلانے سے گریز کیا ہے۔ یہ اعزاز کم ہی سپہ سالاروں کے نصیب میں لکھا تھا۔ چنانچہ ایک مورخ لکھتا ہے کہ کمانڈر موسیٰ فتوحات کی لہر میں بہتے ہوئے افریقہ کے مستقر لوطون تک پہنچ گئے۔ مسلمانوں کی فتح سے قرقوشتہ، جبال، ببلونہ، صخرہ جلیقیہ کے علاقے بچے تھے۔ اپنے مستقر سے دور ہٹنے کی وجہ سے افواج نے انہیں واپسی کا مشورہ دیا جو موسیٰ بن نصیر نے مان لیا۔ کمانڈر موسیٰ کی بڑی فتوحات میں قرمونہ، شبیلیہ، ماردہ اور لبلہ کے علاقے زیادہ اہم ہیں۔ **(ماخوذ)**

اصلاح معاشرہ اور ہماری ذمہ داریاں

آج کا مسلم معاشرہ کراہ رہا ہے، غیر شرعی رسم ورواج اور بیاہ شادی کی غلط رسموں نے مسلم معاشرہ کے اندر امن وسکون کو درہم برہم کردیا ہے، جہیز وتلک کی لعنت، بے جا طلاق کی وبا، لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنے کی بیماری نے معاشرہ کو بے جان کردیا ہے۔ اس وقت پوری ملت اسلامیہ ہند یہ جن مشکلات اور مصائب سے دوچار ہے، اس کا صحیح اندازہ کرنا بھی مشکل ہے، ملک میں ایک طبقہ مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے اور ان کے عائلی ومعاشرتی قوانین میں مداخلت اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے لئے سرگرم عمل ہے۔ ان نازک حالات میں علماء فقہا اور قائدین، ائمہ مساجد اور اصحاب فکر ودانش کا فرض منصبی ہے کہ وہ آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور باہمی اختلافات ٹکراؤ، گروہی انتشار اور فروعی ومسلکی تنازعات سے بالاتر ہوکر اصلاح معاشرہ کے لئے سرگرم عمل ہوجائیں۔ اور معاشرے کے درد کا درماں فراہم کریں، معاشرہ کو جن مشکلات کا سامنا ہے اس سے معاشرہ کو نجات دلانے کے لئے موثر اور کارگر تدابیر اور طریقہ کار طے کریں۔ قرآن وحدیث کے دیئے ہوئے رہنما اصول کے ذریعہ ملت کی اصلاح اور فلاح وبہبود کے طریقے پوری فکر مندی اور درد مندی کے ساتھ تجویز کریں۔ مسلمانوں کو مسلم پرسنل لا، اسلام کے عائلی قوانین اور اس سلسلہ میں کتاب وسنت کی ہدایات وتعلیمات سے روشناس کرائیں۔ عوام الناس کو بتایا جائے کہ اسلام نے نکاح اور بیاہ شادی کا کیا طریقہ بتایا ہے؟ عورتوں کے حقوق کیا ہیں؟ مہر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بیوہ اور مطلقہ عورتوں کا نکاح ثانی سے روکنا غیر اسلامی طریقہ ہے، اسلام نے طلاق کے سلسلہ میں کیا احکام دئے ہیں، طلاق کی کب اجازت ہے اور کس طرح طلاق دینی چاہئے، اسلام نے وراثت کے سلسلے میں کیا احکام بتائے ہیں، وراثت میں کس کا کتنا حصہ ہے؟ لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنا شریعت کی نگاہ میں کتنا بڑا جرم ہے؟ دوسروں کے حقوق دبانے کا کیا وبال پڑتا ہے؟ اسلام میں ہبہ اور وصیت کے کیا احکام ہیں؟ یہ اور اس طرح کے جو مسائل مسلمانوں کی معاشرتی زندگی سے متعلق ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ان کی دنیا اور آخرت سنورے گی۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم امت کو تقریر وتحریر کے ذریعہ ان مسائل سے آگاہ کریں۔ اور ان کے اندر جو فساد اور بگاڑ پیدا ہوگیا ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اس وقت جہیز وتلک کی رسم معاشرہ کے لئے ناسور بن گئی ہے۔ اس کی وجہ سے لڑکیاں اپنے والدین پر بوجھ بن کر رہ گئی ہیں۔ ہزاروں لڑکیاں خودکشی، خودسوزی اور بے راہ روی جیسے جرائم کر بیٹھی ہیں۔ آج معاشرہ کی ہزاروں لڑکیاں جہیز اور تلک کے انتظام نہ ہونے کی وجہ سے کنواری بیٹھی ہیں۔ جب کہ مالدار اور خوشحال قسم کے لوگ غیر شرعی رسوم اور جہیز کے انتظام میں لاکھوں روپے خرچ کر ڈالتے ہیں، شادی بیاہ کے موقعوں پر قیمتی کارڈ اور دعوت نامے شائع کئے جاتے ہیں، فائیو اسٹار ہوٹلوں میں شادیاں کی جاتی ہیں۔ فضولیات میں صرف نام ونمود کے لئے لاکھوں روپے صرف کئے جاتے ہیں۔ بارات کے نام پر لڑکی والوں پر بڑا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو ان فضول خرچی سے روکا جائے اور انہیں اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ ان رقوم کو مسلمانوں کی معاشی واقتصادی حالات کو سدھارنے، غیر مسلم بچوں کی تعلیم وتربیت اور نادار غریب لڑکیوں کی شادی پر صرف کریں۔ اس کے لئے وقت کا تقاضا ہے کہ: (۱) سادہ اور سنت طریقہ کے مطابق شادی کی جائے اور نکاح کے سلسلہ میں اسلام نے جس سادگی اور فطری طریقہ کی رہنمائی کی ہے اسے اپنایا جائے۔ (۲) بارات اور اس طرح کی غیر شرعی رسوم سے اجتناب کیا جائے۔ نکاح کا اہتمام مساجد میں کیا جائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ سب سے بابرکت نکاح ہے وہ جس میں کم سے کم خرچ کیا جائے، اس فرمان پر عمل کیا جائے اور اپنی حیثیت کے مطابق تکلف اور ریا ونمود سے بچتے ہوئے ولیمہ کی سنت پر عمل کیا جائے۔ (۳) عورتوں کا دین مہر "نقد" مقرر کیا جائے اور اسے مجلس عقد میں ادا کیا جائے یا کل مہر نہیں تو اس کا ایک حصہ بہر حال نقد مقرر کیا جائے اور اسے مجلس عقد میں ادا کیا جائے سکہ رائج الوقت کے بجائے سونے چاندی میں مہر مقرر کیا جائے۔ (۴) جہیز وتلک کی لعنت کے خلاف موثر انداز میں ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں تحریک چلائی جائے۔ عورتوں میں تعلیم کو عام کیا جائے۔ نوجوانوں کو اسلامی تعلیمات سے واقف کرایا جائے۔ اگر ہمارے نوجوان طے کرلیں کہ وہ سادگی کے ساتھ بغیر کسی مطالبہ کے نکاح کریں گے تو معاشرے کی اس بیماری کا علاج ہوسکتا ہے۔ **(مولانا مفتی نسیم احمد قاسمیؒ)**

Scanned with CamScanner

اسلام کا نظام زکوۃ اور اس کی برکات

مولانا رضوان اللہ

رب کریم نے انسان کو انسانیت وشرافت کی زندگی گذارنے کے لیے بہت سے احکام وفرائض کا پابند بنایا، جن میں ایک حکم زکوۃ ہے۔زکوۃ کی حقیقت یہ ہے کہ ہرسال اپنی جائز دولت اور کمائی میں سے اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص (چالیسواں) حصہ اس کے ضرورت مند بندوں پر خرچ کیا جائے۔قرآن کریم نے متقیوں اور سعادت مندوں کی یہی پہچان بیان فرمائی :اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے (ہماری خوشنودی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔(البقرۃ)

مقاصد زکوٰۃ: اس سے ایک طرف تو حکم الہی کی اطاعت ہوتی ہے تو دوسری طرف خلقِ خدا کی اعانت ونصرت ہوتی ہے۔مقاصد زکوۃ بھی دو ہیں: (1) اسلام کی بلندی اور اس کی دعوت واشاعت کے نظام کو تقویت پہنچانا۔(2) ضرورت مندوں کی اعانت۔قرآن نے زکوۃ کے آٹھ مصارف ذکر کیے ہیں: فقیر، مسکین، عاملین، مؤلفۃ القلوب، غلام، مقروض، اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرنے والا اور مسافر (سورۂ توبہ)۔ان میں سے پانچ تو وہ ہیں جن کی بنیاد محتاجی پر ہے، تو اس سے ثابت ہوا کہ اسلام فلاحِ انسانی کے لیے زکوۃ کا نظام پیش کرتا ہے۔اسی لیے بعض وجوہ سے صدقات وزکوۃ جیسی مالی عبادات کو بدنی عبادات سے افضل قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ آپ دیکھئے کہ قرآن وحدیث میں ایک نیکی کا اجر دس گنا اور نماز باجماعت کا 25 یا 27 گنا اجر بتلایا گیا، لیکن انفاق یعنی راہِ خدا میں خلق خدا پر خرچ کرنے کا اجر و ثواب قرآن میں سات سو گنا بیان ہوا، اور اگر اللہ تعالی مہربان ہوجائیں تو اس سے بھی زیادہ اجر ہے۔

اسلام میں انفاق کی اہمیت و فضیلت: اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں انفاق کی بڑی اہمیت و فضیلت ہے۔قرآنِ کریم میں بیاسی (۸۲) مقامات پر اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایتاءِ زکوۃ کا بھی حکم آیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں کا مقام اور درجہ قریب قریب برابر ہے۔(مظاہر حق جدید)

اور یہ دونوں عبادتیں ہمیشہ آسمانی شریعتوں کے خاص ارکان اور شعائر میں رہی ہیں، ہاں ان کے حدود و تفصیلی احکامات اور تعینات میں فرق رہا ہے، ہماری شریعت میں بھی ایمان اور نماز کے بعد زکوۃ کو خاص اہمیت حاصل ہے، شاید اسی بنا پر حدیث مذکور میں ایمان ونماز کے بعد زکوۃ کا حکم فرمایا۔

اسلام میں زکوٰۃ کی افادیت کے تین پہلو: بہرحال اسلام میں انفاق کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ دینی ودنیوی دونوں اعتبار سے اس کی افادیت ثابت ہے، چنانچہ محققین نے زکوۃ کی افادیت کے تین پہلو بیان کیے ہیں:

(1) عبادت: زکوۃ مالی عبادت ہے، کیونکہ اللہ تعالی کا دیا ہوا مال اللہ تعالی کے حکم اور ہدایت کے مطابق خرچ کرنا عبادت وبندگی ہے اور بندگی کا مقصد اللہ تعالی کے سامنے اپنی عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار ہے، بندہ نماز میں جس طرح جسم وجان اور زبان کے ذریعہ اپنی بندگی، عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار واعلان کرتا ہے، اسی طرح زکوۃ کے ذریعہ وہ مالی عبادت اللہ تعالی کے حضور میں پیش کرکے اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالی کا دیا ہوا ہے، وہی اس کا مالک ہے، اس نے محض اپنے کرم سے وہ دولت اور نعمت ہماری ملکیت میں دے کر بطورِ نیابت تصرف کا حق دے رکھا ہے، اور جب اللہ تعالی ہی اس کا مالک ہے اور وہ ہم سے ہمارا نہیں بلکہ اپنا دیا ہوا مال مانگ رہا ہے اور وہ بھی ہمارے ہی ضرورت مند بھائیوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے، تو پھر ہمیں بھی دینے اور خرچ کرنے میں کوئی تنگی اور بوجھ محسوس نہ کرنا چاہیے۔اسی لیے زکوۃ ادا کرنے والے کا یقین ہوتا ہے کہ خدا کے دیے ہوئے مال سے خدا کی راہ میں خرچ کرنا اس کی رضا کا سبب ہے، اور زکوۃ خدا کی رضا ہی کے خاطر دی جاتی ہے، لہٰذا اس کا شمار عبادات میں اسی پہلو سے ہوتا ہے۔

(2) اسلام میں زکوۃ کی افادیت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ خلقِ خدا اور ضرورت مندوں کی اعانت وخدمت ہوتی ہے، اس اعتبار سے زکوۃ میں خدمت اور اخلاق کا نہایت اہم پہلو ہے۔حکم ہے کہ: لوگوں کے اموال سے زکوۃ (صدقہ) وصول کیجیے!اس کے بعد اس مال کا کیا کیا جائے؟ تو اسے حدیث میں فرمایا کہ تُؤخذُ مِن اَغنِیَائِهِم وَتُردُّ عَلٰی فُقرائِهِم یعنی مسلمانوں کے مالداروں سے قانونِ اسلامی کے مطابق لی جائے اور مسلمانوں کے حقداروں غریبوں محتاجوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کی جائے۔

زکوٰۃ سے دل و دولت کی طہارت: زکوۃ کا اصلی فائدہ تو دل کی طہارت ہے، دولت کی طہارت کا فائدہ تو ضمنی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اگر بالفرض کسی جگہ کوئی مصرفِ زکوۃ نہ بھی ہو تو اس سے فریضہ زکوۃ ساقط نہ ہوگا، خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے اللہ تعالی کی شانِ کریمی ہے کہ ایک ہی عمل سے دونوں فائدے حاصل کرواتا ہے۔زکوۃ عبادت ہے، زکوۃ خلق خدا کی خدمت ہے اور زکوۃ دل ودولت کی طہارت وبرکت کا ذریعہ ہے، ارشادِ باری: خُذ مِن اموالهم سے طہارت اور مَثل الَّذِین ینفقون اموالهم سے برکت کا ثبوت ملتا ہے۔

آداب زکاۃ لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہے جب اس مبارک عبادت وعمل کو اس کے اصول وآداب کے ساتھ انجام دیا جائے۔فقیہ العصر علامہ خالد سیف اللہ رحمانی نے اس سلسلہ میں قاموس الفقہ میں جو تفصیلات بیان فرمائی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(1) زکوۃ کی ادائیگی کا پہلا ادب یہ ہے کہ اپنے حلال مال میں سے بہترین مال کا انتخاب کرے، یہی جذبہ اللہ تعالی کو محبوب اور اس کے دربار میں مقبول ہے، فرمایا: لَن تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران) ورنہ کم ازکم درمیانی درجہ کا مال دے، جس کا حدیث مذکور میں ذکر ہے۔افسوس! آج بہت سی جگہوں پر پرانے، استعمال شدہ کپڑے، بچے ہوئے کھانے، پڑے ہوئے پھل پھول، گھن لگے اناج اور بے کار و ناقابل استعمال اشیاء ہی فقیروں، محتاجوں، مستحقوں، بیواؤں اور یتیموں کے حصہ میں آتی ہیں، یہ اخلاقی گراوٹ دراصل یہود جیسی خساست کا مظہر ہے، اس سے احتیاط کی ضرورت ہے۔

(2) زکوۃ کی ادائیگی کا دوسرا ادب یہ ہے کہ اس سے ریا اور نمائش مقصود نہ ہو کالذی یُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ (البقرۃ) کا مصداق نہ نے۔مطلب یہ ہے کہ ممکن حد تک زکوۃ وصدقات پوشیدہ طریقہ پر مستحق کی نہیں بلکہ اپنی ضرورت سمجھ کر بخوشی اس طرح چھپا کردے کہ کانوں کان خبر نہ ہو؛ تاکہ ریا اور نمائش کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے، اس سے جن لوگوں کو زکوۃ دی جاتی ہے ان کی آبرو ریزی نہیں ہوتی اور غیرت مند مستحقوں کی عزتِ نفس کو ٹھیس نہیں لگتی، ہاں اگر کہیں علانیہ زکوۃ دینا مصلحت ہو اور اس میں کسی طرح کا نقصان نہ ہو، تو ایسے وقت اظہار واعلان کے ساتھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(3) زکوۃ کی ادائیگی کا تیسرا ادب یہ ہے کہ بہترین مصرف کا انتخاب کرے۔یوں تو قرآنِ کریم میں جن آٹھ مصارف فقراء، مساکین عاملین وغیرہ کا ذکر آیا ہے ان میں سے کسی بھی مستحق کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؛ کیونکہ ان میں اکثر مصارف کی بنیاد محتاجی پر ہے، لیکن اصول یہ ہے کہ زکوۃ لینے والا جتنا زیادہ مستحق ہوگا زکوۃ دینے والا اتنا ہی زیادہ اجر کا حقدار ہوگا۔

(4) زکوۃ کی ادائیگی کا چوتھا ادب یہ ہے کہ زکوۃ دے کر نہ احسان جتائیں اور نہ دینے والوں کے ساتھ اذیت وتوہین آمیز سلوک کریں۔قرآن کہتا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تُبطِلُوا صَدَقٰتِکُم بِالمَنِّ وَ الاَذٰی (البقرۃ) اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرو۔بسا اوقات اس سے زکوۃ کا اجر وثواب باطل او رضائع ہوجاتا ہے۔ہمارے اکابر کا حال یہ تھا کہ زکوۃ ادا کرکے احسان جتلانا تو کجا، بلکہ زکوۃ لینے والوں کو وہ اپنا محسن سمجھتے تھے۔

زکوٰۃ سے مال و دولت کی حفاظت: اگر زکوۃ کو اس کے آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کی جائے تو دل اور دولت کی طہارت وپاکی کا ذریعہ ہے، ایک اور (مرسل) روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ مال ودولت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔حدیث پاک میں مال کی زکوۃ ادا نہ کرنے پر بڑی سخت وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قوم زکوۃ دینا چھوڑ دیتی ہے، حق تعالی اس کو قحط سالی میں مبتلا کردیتا ہے، تم زکوۃ روک لوگے تو خداوندِ قدوس آسمان سے بارش روک لے گا، حتیٰ کہ اگر چوپائے نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی نہ برسے۔(ترغیب)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کا عبرت ناک انجام : علامہ عبدالرحمن صفوریؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے زمانے میں ایک شخص بہت ہی مالدار تھا، اس کا انتقال ہوگیا تو لوگوں نے اس کی تدفین کے لیے ایک قبر کھودی، جب قبر تیار ہوگئی تو اس میں ایک بہت بڑا اژدھا آگیا، لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کو خبر دی تو آپؓ نے دوسری قبر کھودنے کا حکم فرمایا، انہوں نے دوسری قبر کھودی تو وہاں بھی وہی اژدھا موجود، حتیٰ کہ یکے بعد دیگرے سات قبریں کھودیں، بالآخر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کے گھر والوں سے اس کا حال دریافت کیا، تو انہوں نے کہا کہ وہ زکوۃ نہیں دیتا تھا، آپؓ نے فرمایا: یہ اسی کا انجام ہے، لہٰذا اب اس کو اسی اژدھے کے ساتھ قبر میں دفن کردو۔(نزہۃ المجالس)

خلاصہ یہ ہے کہ مال فی نفسہ نہ اچھا ہے نہ برا، یہ بہترین خادم بھی ہے اور بدترین مخدوم بھی، اگر اس کے حقوق ادا کیے جائیں، یعنی اس کو خدا کی اطاعت اور خلقِ خدا کی اعانت میں لگایا جائے تو یہ مال بہترین نعمت اور سرمایہ زندگی ہے، ارشادِ ربانی ہے: اَموَالَکُم الَّتِی جَعَلَ اللّٰہُ لَکُم قِیَامًا (النساء) وہ اموال جن کو اللہ تعالی نے تمہارے لیے سرمایۂ زندگی بنایا ہے۔یعنی زندگی مال کے سہارے قائم ہے، اس صورت میں یہ مال بہترین خادم ہے۔اور اگر یہ مال ناجائز طریقہ سے کمایا جائے، اس کے حقوق ادا نہ کیے جائیں تو اس صورت میں یہ بدترین مخدوم ہے۔پس ہلاکت ونحوست ہے اس مال ودولت کے لیے جس سے نہ حکم خدا پورا ہو نہ خلق اللہ کو نفع ہو، اور خیر وبرکت ہے اس مال کے لیے جس سے خدا کی اطاعت اور خلق خدا کی اعانت ہو، حق تعالی ہمیں اپنے فضل سے نیک توفیق عطا فرمائے (آمین)

اردو زبان

نازیہ سحری

خوبصورت لفظ جو آئے عرب ایران سے
اُنکو ہندوستان نے اپنا لیا جی جان سے

اہل دانش کی رہی جب تک نظر ہر لفظ پر
اپنی اپنی ہی جگہ قائم رہے زیر و زبر

جب ادھورے علم کا اردو پہ قبضہ ہو گیا
مُدَرِّسَہ جسکا تلفظ تھا مَدْرَسَہ ہو گیا

توتلے ہکلے چلا لیتے ہیں جیسے اپنا کام
مطمئن ہیں نا سمجھ اِنعَام کو کہہ کر اِنَام

جہل کے دریا میں اہل علم وفن بہنے لگے
انتہا یہ ہے کہ بَر کو لوگ بِر کہنے لگے

جب زباں سے اَن پڑھوں کی آشنائی ہو گئی
جسکو کہتے تھے دَوَا وہ بھی دَوَائی ہو گئی

کوئی جب اَسرَار سے اِسرَار احمد ہو گیا
اور تھا مقصد مگر کچھ اور مقصد ہو گیا

ایسے ویسوں نے تو رِفعَت کو بھی رَفعَت کر دیا
نام رکھا تھا مَسَرَّت اور مُسَرَّت کر دیا

شَمع کو نا تجربہ کاروں نے کر ڈالا شَمَا
نَفع کو بازار والوں نے بنا ڈالا نَفَا

اچھے خاصے لفظ کا اک حرف آدھا کر دیا
جو زِیَادَہ تھا اسے ہموزنِ زَادَہ کر دیا

لگ رہا ہے اب زبر سے زیر پر سارا دماغ
جن کو ہونا تھا چُراغ اب ہو گئے ہیں وہ چِراغ

ہو رہا ہے ختم اب اردو زباں کا بانکپن
وَزْن کو اب تو پڑھے لکھے بھی کہتے ہیں وَزَن

لوگ ظاہر کر رہے ہیں نا مکمل علم و فن
شُبر کو کہہ کر شَبَر اور اَمْن کو کہہ کر اَمَن

کم پڑھے لکھوں نے سب کچھ الٹا سلٹا کر دیا
تَجرِبَہ پڑھنا نہیں آیا تَجُربَہ کر دیا

کیا کہا جائے وہاں کیا تھا یہاں کیا ہو گیا
مُدَّعَا آیا عرب سے اور مُدّا ہو گیا

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی جہالت کی مثال
جس کو کہتے تھے وَبَال اب ہو گیا ہے وہ بَوَال

ایسے ایسے لوگ بھی ہیں باہنر اور باکمال
راہ میں مَشعَل جلاتے ہیں تو کہتے ہیں مَشَال

مطمئن ہیں اچھے اچھے خَتم کو کہہ کر خَتَم
نَرم کو کہہ کر نَرَم اور گَرم کو کہہ کر گَرَم

بے وَقَار اور نازیہ کہتے ہیں جو اس کو وِقَار
ایسے لوگوں سے بھی اردو ہو رہی ہے شرمسار

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ کی تعلیمی تحریک اندھیرے میں روشنی کا مینار، پورے ملک کو ملے گی رہنمائی: حضرت امیر شریعت

بنیادی دینی تعلیم کے فروغ اور معیاری عصری اداروں کے قیام کے لیے متحد ہوئے جھارکھنڈ کے علماء ودانشور

بنیادی دینی تعلیم کے فروغ اور معیاری عصری اداروں کے قیام کے لیے امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی آواز پر جھارکھنڈ کے علماء، دانشوران، سیاسی وسماجی کارکنان، ماہرین تعلیم اور خواص مورخہ ۱۳ر مارچ روز سنیچر کو شہر رانچی کے معروف تعلیمی ادارہ راعین اردو گرلس پلس ٹو ہائی اسکول لیک روڈ میں جمع ہوئے۔ امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہونے والے اس مشاورتی اجلاس میں بنیادی دینی تعلیم کے فروغ، معیاری عصری اداروں کے قیام اور اردو زبان کی ترقی وترویج کے سلسلہ میں کئی اہم بنیادی مسائل پر بات ہوئی۔ اس اجلاس میں خاص طور پر شہر جھارکھنڈ کے تمام اضلاع کے نمائندوں، علماء، ائمہ کرام، تعلیمی اداروں کے ذمہ داران، ماہرین تعلیم، قانون دانوں اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے خواص کو دعوت دی گئی تھی۔ اپنے صدارتی خطاب میں حضرت امیر شریعت نے سبھی شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کا بڑا فضل و احسان ہے کہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے خدام دین وملت کی موجودگی میں جھارکھنڈ کا دل دردمند اور دماغ فکرمند یہاں جمع ہے، علماء بھی ہیں، اہل علم بھی اور الگ الگ نوعیتوں سے دین وملت کی خدمت کرنے والے ہنرمند بھی۔ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم سب اسلام کی امانت اور دین کی نعمت کو اگلی نسل میں کس طرح اتاریں، انہیں اس بار امانت کا ذمہ دار کس طرح بنائیں، تاکہ آنے والی نسلیں اس نعمت کو سنبھالے رکھیں، شریعت پر عمل کرتی رہیں اور قرآن مقدس کے نور سے زندگی کی راہ کو روشن رکھیں۔ یہ بنیادی سوال ہے، جس کا جواب تلاش کرنا ہے اور آنے والی نسلوں کے ایمان کو باقی رکھنے کا طریقہ کار طے کرنا ہے۔

حضرت امیر شریعت نے اردو زبان کے تحفظ وبقاء کے مسئلہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ دوسرا بہت اہم مسئلہ اپنی تہذیب و ثقافت، اپنی زبان اور اپنے ادب کو نہ صرف باقی رکھنا ہے، بلکہ اسے ترقی دینا ہے، جو ہماری تہذیب، اعلیٰ قدروں، مستحکم روایتوں، انسانی طور طریقوں، اخلاق وآداب، لحاظ وخیال اور نشست وبرخواست کے لطیف انداز کا بہترین نمونہ ہے۔ ہماری زبان مٹھاس کا احساس کراتی ہے، جب کانوں پہ ٹکراتی ہے تو جلترنگ بج اٹھتا ہے، یہ لفظوں کی پیوندکاری سے دلوں کو جوڑتی ہے، محبت کا رشتہ قائم کردیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ نفرت اور تشدد کے سیلاب میں ہم کہاں اور کیسے جزیرہ بنائیں، جس سے ہماری تہذیب وثقافت بچ سکے، پھل پھول سکے، اور تہذیبی یلغار سے اسے بچاسکیں۔ سوال زبان کا ہے جو بڑا اہم ہے، ہماری زبان اردو ہے اور نظر آرہا ہے کہ اردو ختم ہورہی ہے، ہم اس کے تنوں میں تراوٹ کیسے پیدا کریں، ہم ایسا کیا کریں کہ اس سوکھتے درخت میں نئی کونپلیں نکل آئیں اور پھر ''بیٹھے جو اس شجر کے تلے وہ نہال ہو''۔ امارت شرعیہ کی اس تحریک کے ایک اور اہم پہلو یعنی عصری تعلیم میں مسلمانوں کی حصہ داری پر بات کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ تیسرا بڑا اہم معاملہ ہمارے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کا ہے، ہم جسے تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کہتے اور سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ صاحبزادہ نے بی اے، ایم اے، پی ایچ ڈی کرلیا، الحمد للہ، ماشاء اللہ۔ لیکن یقین کیجئے عام کالجوں میں جو تعلیم ہورہی ہے، وہ اعلیٰ نہیں ہے، اعلیٰ تعلیم وہ ہے جو انسٹی ٹیوٹ آف نیشنل امپورٹنس (آئی این آئی) میں ہورہی ہے، ان معیاری قومی تعلیم گاہوں میں ہمارے بچے کہاں پہونچ پارہے ہیں؟ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ رحمانی تھرٹی کی مسلسل کوشش اور کاوش کے نتیجہ میں ان معیاری اور قابل فخر اداروں میں ہمارے بچے نظر آنے لگے ہیں، لیکن یہ سفر بہت لانبا ہے، اور اس کا کوئی مختصر راستہ، کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے۔

موجودہ حالات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے کہا کہ آج ہمارے، آپ کے بچے دین سے ناواقف ہورہے ہیں، وہ قرآن پاک اور اردو نہیں پڑھ رہے ہیں، ان میں تہذیب اور شائستگی کی بڑی کمی ہے۔ یہ حقیقت ہے، وجہ کیا ہے؟ ہماری سستی، ہماری بے رغبتی، ہماری بے توجہی اور بے اعتنائی۔ نہ دینی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں، نہ عصری تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے، نہ نئی نسل میں زبان اور تہذیب وثقافت سکھانے کی فکر ہے، بتایئے بات بنے گی کیسے؟ ہمیں بچوں اور بچیوں کو گھروں میں دین اور دینداری سکھانا ہوگی، جتنا دین ہم جانتے ہیں، ہمارے گھر کی عورتیں جانتی ہیں، انہیں بچوں اور بچیوں کو سکھانا ہم پر فرض ہے، پڑوسیوں کو دین سکھانا، ان میں دینداری پیدا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

اس اجلاس میں مولانا ڈاکٹر عبید اللہ قاسمی، ایڈووکیٹ عبد العلام، احسان احمد اربا، ریاض شریف جمشید پور، مولانا شمس پرویز مظاہری امام وخطیب جامع مسجد گڈا، مفتی شعیب صاحب چترا، مولانا انظر قاسمی پاکوڑ، حاجی ریاض صاحب صاحب گنج، جناب عزیر احمد صاحب بوکارو، مولانا رضوان صاحب دیوگھر، مولانا اکرام الحق عینی لوہردگا، ایڈووکیٹ شکیل صاحب، قاضی شہر جان محمد مصطفیٰ صاحب، جناب شادمان صاحب پاکوڑ، مولانا عمران قاسمی صاحب رام گڑھ، جناب منصور مظاہری صاحب، جناب عبد الواحد صاحب لاتیہار، مولانا اسجد قاسمی مدرسہ حسینیہ کڈرو، رانچی، جناب حامد الغازی ندوی صاحب، مولانا شکیل الرحمٰن صاحب ہزاری باغ، جناب حافظ انور صاحب جنرل سکریٹری جمیعۃ علماء جمشید پور، حافظ نعیم صاحب گملا، مولانا عبد القیوم صاحب بلسوکرا، مولانا توقیر عالم قاسمی سمڈیگا، مولانا عمران ندوی مدرسہ مظہر العلوم اربا، چھاتر شکچھک سنگھ کے ذمہ دار کے ایس علی صاحب نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا اور امارت شرعیہ کی تحریک کو عملی شکل دینے کے سلسلہ میں مفید مشورے دیے۔ اجلاس کی نظامت کے فرائض مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے بہت ہی حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیے، انہوں نے ابتدائی گفتگو کرتے ہوئے امارت شرعیہ کی اس تعلیمی تحریک کے اغراض ومقاصد تفصیل سے بیان کیے، اجلاس کا آغاز قاری صہیب احمد نعمانی استاذ مدرسہ عربیہ کانکے کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جب کہ مولانا ابوداؤد قاسمی دار القضاء رانچی نے بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ مولانا مفتی محمد انور قاسمی قاضی شریعت دار القضاء رانچی نے استقبالیہ کلمات کہے، انہوں نے جھارکھنڈ کے مختلف اضلاع سے آئے ہوئے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، ساتھ ہی اجلاس کو منعقد کرنے میں تعاون دینے والے سبھی افراد کا شکریہ ادا کیا، انہوں نے تینوں دن ہونے والے پروگرام کی تفصیل بھی سامعین کو بتائی۔ اس اجلاس میں سبھی لوگوں کی اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔

تجاویز

(۱) اجلاس کے شرکاء کا یہ احساس ہے کہ موجودہ حالات میں اپنے بچوں کے دین وایمان کی حفاظت، بنیادی دینی تعلیم کے مکاتب کا مضبوط نظام قائم کرنے سے ہوگی، اس لیے ایک صوبائی کمیٹی ایسی بنائی جائے جو پورے جھارکھنڈ میں مکاتب کا نظام قائم کرنے کے لیے عملی محنت کرے۔

(۲) نئی قومی تعلیمی پالیسی کے نفاذ کے نقصاندہ اثرات اقلیتوں کی تعلیم اور ان کی زبان وتہذیب پر پڑیں گے، اس لیے ان خطرات کا سامنا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دانشوروں اور قانون دانوں کی ایک کمیٹی بنے، جو تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کا بنظر غائر مطالعہ کرے اور ان سے قانونی طور پر کیسے نمٹا جائے، اس کا پورا خاکہ بنائے۔

(۳) جھارکھنڈ میں اقلیتی عصری تعلیمی اداروں کے قیام کی بے انتہا ضرورت ہے، اس لیے تمام اضلاع میں ایسے افراد تیار کیے جائیں جو عصری اداروں کے قیام کی نہ صرف تحریک چلائیں بلکہ عملی طور پر ادارے قائم بھی کریں۔

(۴) سرکاری مدارس کے تعلق سے موجودہ مسائل کے حل کے لیے جھارکھنڈ کے وزیر اعلیٰ اور وزیر تعلیم سے امارت شرعیہ کا ایک وفد مل کر مدارس کے تمام مسائل کے حل کی کوشش کرے۔

(۵) مجلس حکومت کو توجہ دلانے کے لیے ایک پریشر گروپ بنانے کی ضرورت محسوس کرتی ہے، جو سرکار کو اقلیتوں کے تمام مسائل کی طرف متوجہ کرتا رہے اور اقلیتوں کے لیے مخصوص فنڈ کو اقلیت کے تعلیمی ومعاشی مسائل کو درست کرنے کے لیے استعمال کرے۔

(۶) یہ مجلس جھارکھنڈ کے مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ مسلکی اختلافات سے اوپر اٹھ کر ایک مشترکہ پہل پوری ریاست میں خود کفیل مکاتب کے قیام کے لیے کی جائے۔

(۷) اردو نہ صرف ہماری زبان ہے بلکہ ہماری تہذیبی شناخت بھی ہے، اس لیے اردو کی تعلیم جھارکھنڈ کے تمام اسکولوں میں لازمی طور پر ہو اسکا مطالبہ سرکار سے کیا جائے۔ اسکولوں میں اردو کی خالی جگہوں کو پُر کرنے کے لیے باضابطہ میمورنڈم تیار کرکے وزیر اعلیٰ جھارکھنڈ اور وزیر تعلیم حکومت جھارکھنڈ کو دیا جائے۔

(۸) اردو کی تعلیم کی انفرادی کوششیں بھی کی جائیں، ہر گھر میں بچوں کو اردو ضرور پڑھائی جائے، انہیں صحیح اردو بولنے اور لکھنے کی ترغیب بھی دی جائے۔

(۹) پرائیوٹ ادارے چلانے والوں سے یہ مجلس اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے اداروں میں اردو اور دینیات کی تعلیم کو نصاب کا لازمی حصہ بنائیں اور طلبہ کو اسلامی ماحول فراہم کرائیں۔

(۱۰) اردو لکھنے، پڑھنے، بولنے کا عمومی مزاج بنایا جائے، اردو کے اخبارات ورسائل خرید کر پڑھنے، اردو لائبریری قائم کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے لیے بھی تحریک چلائی جائے۔ دکانوں اور دفاتر میں اردو میں ناموں کی تختیاں لگانے، اردو میں درخواستیں لکھنے کو بھی یقینی بنائیں۔

(۱۱) جھارکھنڈ سرکار نے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے رکھا ہے، لیکن اس میں عملی پیش رفت نہیں ہوئی ہے، یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اردو کو پوری ریاست میں دوسری سرکاری زبان کے طور پر نافذ کرنے اور اس کے نفاذ کے لیے ضروری ملازمین اور مترجمین کی بحالی کو یقینی بنائے۔

(۱۲) اجلاس کے شرکاء اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ حضرت امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کے حکم اور ہدایت کے مطابق بنیادی دینی تعلیم کے فروغ، عصری تعلیمی اداروں کے قیام اور اردو کی بقاء وترقی کے لیے عملی جد وجہد میں اپنی حصہ داری نبھائیں گے، اور ان شاء اللہ اسے تحریک کی شکل دے کر کام کو آگے بڑھائیں گے۔

جناب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے یہ تجاویز پڑھ کر سنائیں اور لوگوں سے ہاتھ اٹھا کر ان پر عمل کرنے کا وعدہ لیا، تجویز کے مطابق ایک صوبائی کمیٹی کی تشکیل بھی عمل میں آئی ہے۔ اس صوبائی کمیٹی کو مجاز کیا گیا ہے کہ وہ اضلاع، بلاک اور پنچایت سطح کی کمیٹیاں تشکیل دے کر زمینی سطح پر تمام علاقوں کا سروے کرے اور پھر اس کے اعداد وشمار جمع کرکے ضرورت کے مطابق خود کفیل مکاتب کا نظام تمام مسلم آبادیوں میں قائم کرے اور ان کی تعلیمی اور انتظامی نگرانی کا ٹھوس نظم کرے۔

اس اجلاس میں مولانا مفتی نذر توحید مظاہری قاضی شریعت چترا، ڈاکٹر یاسین قاسمی، مفتی عبد الرحمٰن قاسمی، الحاج شکیل صاحب، جناب حاجی فیروز صاحب، مولانا سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ، مولانا عبد الواحد چترویدی، مولانا مفتی طلحہ ندوی، مولانا ڈاکٹر طلحہ ندوی، مولانا ڈاکٹر سلمان قاسمی، امارت پبلک اسکول کے ذمہ دار مولانا محمد ابوالکلام شمسی، مولانا ضیاء الہدیٰ اصلاحی، مولانا عبد اللہ ندوی، مفتی عبد اللہ ازہر قاسمی صدر انجمن اسلامیہ رانچی، حاجی ابرار احمد، مولانا رکن الدین قاسمی چکردھر پور، حافظ ابوالکلام چھوٹی مسجد، شاہ عمیر صاحب خزانچی جمیعۃ علماء جھارکھنڈ، ڈاکٹر سید اقبال حسین، مولانا رضوان احمد قاسمی، مولانا شعیب اختر ڈورنڈا، ڈاکٹر اشرف عالم، اے کے رشیدی ایڈووکیٹ، ممتاز احسن خان ایڈووکیٹ، ڈاکٹر محمد حذیفہ رحمانی، مولانا بلال قاسمی انکی، سرفراز قریشی، مولانا رضوان قاسمی مدرسہ اسلامیہ، مفتی نشاط جمشید پور، مولانا ثناء اللہ کڈرو، مولانا اخلاق مظاہری نوڈیہا، مولانا محمد ہاشم الدین مدرسہ بحر العلوم بوکارو، محمد مصطفیٰ صاحب نوڈیہا، مظہر الحسین صاحب نوڈیہا، عبد اللطیف صاحب نوڈیہا، شہیر الدین صاحب نوڈیہا، حافظ تجمل صاحب چانہو، حافظ عبد العزیز پنڈری، قاری اشرف صاحب کانکے، مولانا عبد القیوم قاسمی مدرسہ قاسمیہ بلسوکرہ، سید نہال احمد صاحب، مولانا حیات احمد قاسمی راتو روڈ رانچی، جمیعۃ الراعین کے تمام ذمہ داران وکارکنان، رضاکار نوجوانان، جھارکھنڈ کے تمام ذیلی دار القضاء کے قضاۃ اور جھارکھنڈ کے تمام اضلاع کی سیکڑوں نمائندہ شخصیات نے اجلاس میں شرکت کی۔ آخر میں حضرت امیر شریعت مدظلہ کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔ (**رپورٹ: محمد عادل فریدی**)

Scanned with CamScanner

اردو کے تحفظ اور ترقی کے لیے جرأت اقدام وعمل کے ساتھ میدان عمل میں آئیں تبھی بات بنے گی: حضرت امیر شریعت

اردو کی ترقی اور بقاء کے موضوع پر رانچی میں امارت شرعیہ کے زیر اہتمام اردو والوں کا اجتماع

رپورٹ : محمد عادل فریدی

ملک کے حالات سے آپ سب لوگ واقف ہیں، مسلمانوں سے ان کے دین وایمان اور تہذیب وشناخت کو چھیننے کی کوشش ہورہی ہے، مختلف سازشوں اور ترکیبوں کے ذریعہ کروڑوں انسانوں کو پریشان کرنے کی مرتب راہ بنائی جارہی ہے، آنے والے دنوں میں ایسے حالات پیدا ہوسکتے ہیں کہ آپ کے لیے مدارس ومساجد تعمیر کرنا حتی کہ اسکول کالج اور عصری تعلیمی ادارہ قائم کرنا بھی دشوار ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ خطرات کے سلسلہ میں ملت کو دھوکا دینے کی کوشش کررہے ہیں، ایسے وقت میں آپ کو ملت کے ہمدردوں اور دھوکہ دینے والوں کو بھی پہچاننا چاہئے۔ خطرات کا صحیح اندازہ لگا کر ان کا سامنا کرنے کے لیے پہلے سے تیار رہنا چاہئے۔ یہ باتیں امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ۱۴/مارچ کو رانچی کے معروف تعلیمی ادارہ راعین گرلس اردو پلس ٹو ہائی اسکول میں اردو کی ترقی وتحفظ کے عنوان پر امارت شرعیہ کے زیر اہتمام منعقد مشاورتی اجلاس میں اپنے صدارتی خطاب کے دوران کہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جھارکھنڈ میں اردو کی صورت حال بہت خراب ہے، اگر ہمیں اس کو اسکا واجب حق دلانا ہے تو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ طویل جدوجہد کے لیے تیار رہنا ہوگا، آپ نے کہا کہ ہم جلدی نتائج کے طلب گار نہ بنیں، اپنی سوچ کو بلند کریں، مسلکی اختلافات سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اپنے اور اپنی آنے والی نسلوں کے دین وایمان کے تحفظ کے لیے متحدہ فکر کے ساتھ عملی اقدام کریں، اپنے بچوں کو بنیادی دینی تعلیم دلائیں، ان کی صحیح تربیت کریں، بچپن سے ان کو اردو پڑھنے، لکھنے بولنے کی مشق کرائیں اور ان کو تہذیب وشائستگی سکھائیں، آپ نے مزید کہا کہ اردو کی اپنی تہذیب وشائستگی ہے، اس کی حفاظت ہمیں ہی کرنی ہے، ہمیں احساس فخر کے ساتھ اردو تلفظ اور اردو الفاظ کو زبان پر چڑھانا چاہئے۔ آپ نے اردو کے تعلق سے خاص طور سے جھارکھنڈ میں موجود مسائل کا تفصیلی تذکرہ اپنے خطبۂ صدارت میں کیا، جس میں آپ نے اردو اسکولوں کی زبوں حالی، جھارکھنڈ میں اردو اکیڈمی قائم نہ ہونے، اردو اساتذہ کی بحالی کا مسئلہ، اردو کتابوں کی عدم اشاعت جیسے اہم اور بنیادی مسائل کا تذکرہ کیا اور اس کے حل کی طرف رہنمائی کی۔ نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کہا کہ جھارکھنڈ میں ۲۰۰۷ء میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنایا گیا، لیکن اس کے اثرات ظاہر نہیں ہیں سرکاری سطح پر اردو کی ترقی کے لیے کوئی کام نہیں ہورہا ہے۔ انہوں نے عوام کی بے توجہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ زبانیں سرکاری مراعات سے زندہ نہیں رہتیں، زبانیں لکھنے، پڑھنے اور بولنے سے زندہ رہتی ہیں، ہمارے یہاں اردو لکھنے، پڑھنے اور بولنے کا رواج نہیں ہے، یہ ایک تلخ حقیقت ہے، اپنے گھروں میں ہم اردو کی لڑائی ہار چکے ہیں۔ ہمیں اس ہار کو فتح میں بدلنا ہوگا، ہم گھروں میں ایسا مزاج بنائیں کہ گھر کا ہر فرد اردو بولے، اردو پڑھے اور اردو لکھے۔ پرائیوٹ اداروں میں بھی اردو کی تعلیم کا لازمی نظم ہونا چاہئے، اردو صرف ایک زبان نہیں بلکہ تہذیب، ثقافت اور کلچر ہے، اگر ہم اردو سے دور ہوئے تو اپنا کلچر کھودیں گے۔ ڈاکٹر احمد سجاد صاحب نے کہا کہ ایک صدی سے امارت شرعیہ نے ملک وملت کی رہنمائی کی ہے، یہ تنظیم ملک وملت کی، زبان وتہذیب کی اور تعلیم کی بہتر خدمت کررہی ہے، بہت ضروری وقت میں امارت شرعیہ نے یہ سہ رخی تحریک شروع کی ہے، یہ وقت کی اہم ضرورت ہے، اردو کے تعلق سے دو پہلو ہیں، پہلا پہلو سرکاری ہے، دوسرا ملی، ہمیں دونوں پہلوؤں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، انہوں نے قانونی سیل کے قیام کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ ایک قانونی سیل بھی قائم کیا جائے اور قانون طور پر اردو کو اس کا حق دلانے کی کوشش کی جائے، انہوں نے کہا کہ اردو کے اساتذہ کو اردو کا معلم، اردو کا مجاہد اور اردو کا مبلغ ہونا چاہئے۔ سید تہذیب الحسن رضوی امام وخطیب مسجد جعفریہ رانچی نے کہا کہ اردو کے سلسلہ میں جھارکھنڈ میں بہت مایوسی ہے، اردو کی بقاء کے لیے ایسا لائحہ عمل تیار نہیں کیا گیا کہ حکومت سے اردو کا حق دلانے کی محنت کی جائے، اردو کو بچانے کے لیے یہ جو کارواں بن رہا ہے، ہمیں امید ہے کہ اس سے اردو کا بڑا فائدہ ہوگا، کیوں کہ یہ کارواں قائد ملت امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی قیادت میں بن رہا ہے، انہوں نے مسلکی اختلافات سے اوپر اٹھ کر کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کا پیغام دیتے ہوئے کہا کہ آج ملت کو توڑنے کی کوشش ہورہی ہے، ہم بٹنے والے نہیں ہیں، قرآن اور اسلام کے لیے ہم کل بھی متحد تھے، آج بھی متحد ہیں اور قیامت تک متحد رہیں گے، ان شاء اللہ۔ پروفیسر منظر حسین کلیر وی سابق صدر شعبہ اردو رانچی یونیورسٹی نے کہا کہ اردو مسلمانوں کا ورثہ بھی ہے اور ہماری تہذیب وثقافت کا امین بھی ہے، انہوں نے کہا کہ اردو کو سب سے بڑا نقصان اردو والوں سے ہی ہورہا ہے، انہوں نے کہا کہ فکر، ارادہ، جذبہ اور عمل کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے ضروری ہے، زبان ہماری تہذیب، ثقافت اور شناخت ہے، اس کو عوام سے جوڑنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے جھارکھنڈ اکیڈمک کاؤنسل کے زیر انتظام مدارس کے ہونے کی وجہ سے یہاں کے مدارس کی ڈگریوں کو دوسری ریاستوں میں قبول نہ کیے جانے کے مسئلہ کی طرف بھی توجہ دلائی۔ جناب ڈاکٹر مجید عالم صاحب نے کہا کہ آج جو منصوبہ بن رہا ہے، دس سالوں کے بعد آپ اس کے حیرت انگیز نتائج دیکھیں گے، آج جو خواب ہم دیکھ رہے ہیں کچھ سالوں کے بعد اس کی تعبیر سامنے آئے گی، آپ نے حضرت امیر شریعت کی دوراندیشی، اور دوررس نگاہ اور مسائل پر گہری نظر کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ حضرت امیر شریعت صرف مفکر اسلام نہیں بلکہ مفکر انسانیت ہیں۔ آپ کی فکر صرف مسلمانوں کی ترقی کے لیے نہیں بلکہ آپ پوری انسانیت کی ترقی کے لیے فکر مند اور کوشاں ہیں۔ اس اجلاس میں جناب شہزادہ انور چترپور رام گڑھ، ڈاکٹر وکیل احمد رضوی صاحب رانچی، پروفیسر نور نبی صاحب دیوگھر، اشفاق احمد پلاموں، مولانا سہیل اختر بوکارو، پروفیسر منظور صاحب گریڈیہ، انوار احمد انجینئر دھنباد، ظفر امام صاحب جمشید پور، مولانا شریف احسن مظہری رانچی، انوار الہدیٰ صاحب کوڈرما، پروفیسر یسین قاسمی رانچی، جناب شاہ نواز احمد خان ہزاری باغ، مولانا قمر الزماں ندوی گڈاوی، حافظ ابوالکلام رانچی، حافظ احتشام صاحب سمڈیگا، مولانا احمد بن نذر چترا نے بھی اظہار خیال کیا اور مفید مشورے دیے۔ حضرت امیر شریعت کے تفصیلی خطبۂ صدارت اور شرکاء کے تاثرات ومشوروں کی روشنی میں مندرجہ ذیل تجاویز بھی منظور کی گئیں، ان تجاویز کو مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے پڑھ کر سنایا اور سارے شرکاء مجلس نے ہاتھ اٹھا کر تائید کی۔

تجاویز

(۱) اجلاس کے شرکاء کا احساس ہے کہ اردو کی بقاء، ترویج واشاعت اور تحفظ کے سلسلہ میں جھارکھنڈ میں کوئی منظم اور مربوط نظام نہیں ہے، جب کہ یہاں ان کاموں کو آگے بڑھانے کے لیے طویل مدتی جدوجہد کی ضرورت ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ایک صوبائی کمیٹی "اردو کارواں" کے نام سے بنائی جائے جو جھارکھنڈ میں اردو کے مسائل حل کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو۔

(۲) جھارکھنڈ میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے، لیکن اس سمت میں عملی پیش رفت نہیں ہوسکی ہے، اس کے لیے اردو کارواں کا ایک وفد وزیر اعلیٰ اور وزیر تعلیم سے مل کر اردو سے متعلق مسائل سے انہیں باخبر کرے اور ایک میمورنڈم پیش کرے تاکہ صوبے میں دوسری سرکاری زبان کے سلسلہ میں حکومتی سطح پر پیش رفت ہوسکے۔

(۳) نئی قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کے مندرجات سے معلومات ہوتا ہے کہ اردو زبان کی تعلیم وتدریس آنے والے دنوں میں دشوار ہوگی، اس لیے دانشور حضرات اور قانون دانوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے، جو تعلیمی پالیسی کا بنظر غائر مطالعہ کرکے قانونی طور پر اس کے حل کا خاکہ بنائے اور اردو کو نئی تعلیمی پالیسی میں اس کا حق دلائے۔

(۴) جھارکھنڈ میں اسکولوں میں اردو کی تدریس کا نظم نہیں ہے، یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے، تاکہ تمام اسکولوں میں اردو کے اساتذہ بحال کیے جائیں، تاکہ اردو پڑھنے والے طلبہ وطالبات کو دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(۵) یہ اجلاس نجی اسکول، پرائیوٹ تعلیمی اداروں اور کنوینٹ کے ذمہ داروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اپنے اداروں میں اردو کی تعلیم کا معقول اور مناسب نظم کریں تاکہ اردو پڑھنے والے طلبہ بڑی تعداد میں ان کے یہاں داخل ہوسکیں، اور اردو پڑھ کر اس تہذیب وثقافت کا حصہ بن سکیں جو ہمیں مطلوب ہے۔

(۶) اردو زبان کی بقاء ترویج واشاعت اور تحفظ کا بڑا ذریعہ ہمارے مکاتب مدارس ہیں، مکاتب ومدارس کے ذریعہ اردو کے ساتھ ہماری دینی تعلیم وتربیت کا نظم بھی ہوتا ہے، اس لیے تمام مسلم آبادی میں مکاتب کے قیام کی تحریک چلائی جائے اور خود کفیل نظام تعلیم کو فروغ دیا جائے، جس کا جامع منصوبہ امارت شرعیہ نے پیش کیا ہے۔

(۷) یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ اردو والے اپنے گھروں میں اردو لکھنے، پڑھنے، بولنے کا مزاج بنائیں، اس لیے کہ زبانیں سرکاری مراعات سے نہیں بلکہ پڑھنے، لکھنے اور بولنے سے محفوظ ہوتی ہیں، اردو کے اخبارات ورسائل خرید کر پڑھیں، اردو کے کتب خانے قائم کریں، دکانوں، دفاتر اور مکانوں پر ناموں کی تختیاں اردو میں لگائیں، خطوط اور درخواستیں اردو میں لکھا کریں۔

(۸) ہندوستان اس وقت تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہا ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ مسلمان ایک امت اور ایک جماعت بن کر زندگی گزاریں اور مسلکی اختلافات سے اوپر اٹھ کر دینی، ملی اور لسانی مسائل کے حل کے لیے مشترکہ جدوجہد کریں۔

(۹) اجلاس کے شرکاء اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے حکم اور ہدایت کے مطابق بنیادی دینی تعلیم کے فروغ، عصری تعلیمی اداروں کے قیام اور اردو کی بقاء وتحفظ کے لیے عملی جدوجہد میں اپنی حصہ داری نبھائیں گے اور ان شاء اللہ اسے تحریک کی شکل دے کر کام آگے بڑھائیں گے۔

اجلاس کی نظامت کے فرائض مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے بحسن وخوبی انجام دیے، آپ نے اپنی افتتاحی گفتگو میں امارت شرعیہ کی اس تین نکاتی تحریک کے تمام پہلوؤں کا خوبصورتی سے تعارف کرایا، اجلاس کا آغاز مولانا شمس الحق قاسمی قاضی شریعت گریڈیہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، بارگاہ رسولؐ میں نذرانہ عقیدت مولانا ابوداؤد قاسمی دار القضاء رانچی نے پیش کیا۔ مولانا محمد انور قاسمی قاضی شریعت رانچی نے استقبالیہ کلمات پیش کیے جس میں انہوں نے تمام مہمانوں، منتظمین اور معاونین کا شکریہ ادا کیا اور پروگراموں کی تفصیلات سے شرکاء کو آگاہ کیا۔ آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر پروفیسر نور نبی آزاد دیوگھر کی دو کتابوں کا اجراء بھی ہوا۔ اس اجلاس میں جھارکھنڈ کے تمام اضلاع کے نمائندوں نے شرکت کی اور اپنے خیالات کا اظہار کیا، نیز امارت شرعیہ کے پیش کردہ منصوبوں کی بھرپور تائید کی اور امارت شرعیہ کے قدم بہ قدم شانہ بشانہ اردو کی بقاء اور تحفظ کے لیے کام کرنے کا عہد کیا۔ شرکت کرنے والوں میں جناب شفیق انور صاحب، مولانا توفیق احمد قادری صاحب، سید عمیر صاحب، ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب، مولانا ڈاکٹر مفتی سلمان قاسمی، مولانا مفتی نذر توحید مظاہری، مولانا سہیل اختر قاسمی، مولانا محمد ابوالکلام شمسی، مولانا فخر الدین قاسمی، مولانا سعود عالم قاسمی، مولانا افروز سلیمی، مولانا سہیل سجاد صاحب، مولانا نسیم الدین قاسمی، مولانا شاہد قاسمی، مولانا کلیم اللہ مظہر، شہر قاضی مولانا جان محمد مصطفوی، جناب غلام ربانی صاحب، مولانا ڈاکٹر عبید اللہ قاسمی، مولانا ڈاکٹر طلحہ ندوی، مولانا مفتی طلحہ ندوی، قاری صہیب احمد نعمانی، معظم صدیقی، جناب نسیم حیدری، جمعیۃ الراعین کے ذمہ دار حاجی فیروز صاحب، جناب حنیف صاحب، جناب حاجی اختر صاحب، جناب ظفر اللہ صادق، مولانا منظر صاحب بوکارو، مولانا رضوان صاحب پلاموں، ایڈوکیٹ شمیم صاحب، ممتاز احمد صاحب، مولانا عبدالحکیم ندوی، جناب شکیل پاشا ایڈووکیٹ، مولانا اکرام الحق عینی، مولانا انصار اللہ قاسمی، حافظ ڈاکٹر حذیفہ رحمانی، مولانا شعیب اختر ثاقبی، مولانا مشرف قاسمی، مولانا حکیم سمیع اللہ مفتاحی جمشید پور، جناب ہمایوں رشید ایڈووکیٹ، مولانا محمد بلال قاسمی، مولانا عادل حسین قاسمی پرولیا، ذکاء اللہ رام گڑھ، مولانا ڈاکٹر شکیل اختر مظاہری، مولانا نور الحسن مظاہری، مولانا دلاور حسین قاسمی، مفتی صلاح الدین مظاہری چترپور، محمد منہاج الحق چترا، ڈاکٹر افتخار محمود اسعد اللہ ہزاری باغ، مولانا مشتاق احمد ندوی، مولانا اصغر مصباحی، جناب خیام کوثر چترا، مولانا رکن الدین قاسمی، جناب محمد تجمل حسین چکردھر پور، مفتی وسیم صاحب سنگھ بھوم، مولانا زید مظاہری کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ سیکڑوں کی تعداد میں علماء ودانشوران نے شرکت کی۔

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ کے اسکول کا مقصد سماج کے ہر طبقہ تک معیاری تعلیم پہونچانا ہے: حضرت امیر شریعت

جھارکھنڈ کو امارت شرعیہ کا ایک اور بڑا تحفہ، رانچی کے اربا میں امارت انٹرنیشنل اسکول کا حضرت امیر شریعت کے ہاتھوں سنگ بنیاد

رپورٹ : محمد عادل فریدی

اسلام میں جو تعلیم کی اہمیت ہے وہ بالکل واضح ہے، قرآن مجید جب نازل ہونا شروع ہوا تو سب سے پہلا لفظ جو اترا وہ ہے ''اقرأ'' یعنی پڑھئے، یہی لفظ ہے جو اسلام کی بنیاد بنا، ہر ایک کو سمجھنا چاہئے کہ اسلام کا تعلیم کے سلسلہ میں کیا وِزن ہے، اسلام تعلیم کے بغیر نہیں چلتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی مرضی تھی کہ مسلمان تعلیم کے بغیر نہ چلے۔ تعلیم ایسی نعمت ہے جہاں ملے، جس ذریعہ سے ملے، حاصل کرنی چاہئے، تعلیم وہ بنیاد ہے، جس کے نتیجے میں قومیں بڑھتی ہیں اور ترقی کرتی ہیں، اگر ہم نے تعلیم و ٹیکنالوجی کو حاصل نہیں کیا تو نہ صرف ہم پیچھے رہیں گے بلکہ ملک پیچھے رہے گا۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم تعلیم کے میدان میں آگے بڑھیں، یہ ایک بنیادی ضرورت ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ آج جو تعلیم ہو رہی ہے وہ ہماری تہذیب سے مطابقت نہیں رکھتی، آج ہمارے یہاں یورپ کے تعلیمی نظام کی تقلید کی جاتی ہے، جہاں اخلاقی اقدار، رشتے کا احترام جیسی انسانی اور اخلاقی اقدار اور خوبیوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ باتیں امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے مورخہ ۱۵؍مارچ کو رانچی کے اربا میں امارت انٹرنیشنل اسکول کے سنگ بنیاد کی تقریب کے موقع پر منعقد عظیم الشان اجلاس عام میں کہیں۔

آپ نے کہا کہ آج ہم نے دلوں میں اتنی آگ لگا دی ہے کہ انسان انسان نہ رہا، بلکہ پیسے کا غلام اور جانور بن کر رہ گیا ہے۔ تعلیم کا مقصد انسان بنانا ہے، اچھا شہری بنانا ہے، تعلیم تو عظمت کی ڈگری ہے، ہماری بے لگام خواہشوں کی بنیاد مغربی تہذیب اور ان کا تعلیمی نظام ہے، جس کو ہم نے قبول کر لیا ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ آج نہ طالب علم کو استاذ کی قدر ہے، نہ استاذ کو شاگردوں سے محبت، امارت شرعیہ کا مقصد ایسا نظام قائم کرنا ہے جہاں لوگ تعلیم یافتہ بھی ہوں اور تہذیب یافتہ بھی ہوں، ان کے اندر انسانیت پیدا ہو۔ آپ نے امارت انٹرنیشنل اسکول کے منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بڑی ہمت کے ساتھ امارت شرعیہ نے معیاری اسکول قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے، لیکن جب تک جھارکھنڈ کے لوگ ساتھ کھڑے نہیں ہوں گے یہ ارادہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ادارہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں کھل رہا ہے، یہاں مول نواسی بھی پڑھیں گے، دلت بھی پڑھیں گے، دوسرے مذاہب کے لوگ بھی پڑھیں گے، سماج کے ہر طبقہ کے لوگ پڑھیں گے، یہاں ذات پات کی اور مذہب کی کوئی دیوار نہیں ہوگی، کسی سماج کو نہیں روکا جائے گا، بلکہ میرٹ کی بنیاد پر داخلہ ہوگا۔

امارت شرعیہ کا مقصد سماج کے ہر طبقہ تک معیاری تعلیم پہونچانا ہے، معیاری اسکولوں میں مہنگی فیسیں لگتی ہیں، غریب طبقہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا، ایسے لوگ کم فیس میں معیاری تعلیم حاصل کریں، یہی امارت شرعیہ کا مقصد ہے۔ معیاری اداروں کو اشتہار اور تشہیر کی ضرورت نہیں پڑتی، ان کا کام بولتا ہے، ہمیں یقین ہے کہ اس اسکول کا بھی کام بولے گا۔ حضرت امیر شریعت نے وہاں موجود لوگوں سے اپیل کی کہ آپ میں سے جو شخص اس ادارہ کے لیے جو کچھ کر سکتا ہے وہ کرے، کم سے کم ہر شخص اس ادارہ کے لیے دعا کرے، آپ سب تیار ہوں گے تو ایک سال بعد یہاں تعلیم شروع ہو جائے گی، جب اسکول کھل جائے گا تو اس پورے علاقہ کو فائدہ پہونچے گا، آنے والی نسلوں کو فائدہ پہونچے گا۔

اس سے قبل معروف سرجن اور جھارکھنڈ کی صوبائی کمیٹی اردو کارواں کے صدر ڈاکٹر مجید عالم صاحب نے اسکول کے قیام کے فیصلہ پر حضرت امیر شریعت اور امارت شرعیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے، امارت شرعیہ کی تعلیمی تحریک کو وقت کی اہم ضرورت بتایا اور کہا کہ ہم لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک سال کے اندر امارت انٹرنیشنل اسکول کی عمارت بنا کر امارت شرعیہ کے حوالہ کر دیں گے اور یہاں تعلیم کی ابتدا ہو جائے گی۔

امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے تعلیم کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تعلیم کا جو کام ہے وہ کار نبوت ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، اللہ نے نبیوں کے کام بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب میں کہا کہ نبی کو بھیجا گیا تا کہ وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں، کتاب کی تعلیم دیں، لوگوں کے دلوں کی صفائی کریں اور ان کو حکمت سکھائیں، امارت شرعیہ کے پورے تعلیمی نظام کی بنیاد اللہ کے اسی حکم پر ہے، امارت شرعیہ کے ایجوکیشن سسٹم کا پہلا مرحلہ بنیادی دینی تعلیم ہے، اس کے ساتھ ہی اخلاقی تربیت دینا تا کہ ہمارے بچے اچھے انسان بن سکیں، اور اچھے مسلمان بن سکیں، آپ نے امارت شرعیہ کے تعلیمی اداروں کی خصوصیات اور لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی۔

مولانا مفتی سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے اس اجلاس کی نظامت کے فرائض حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیے، آپ نے تمہیدی گفتگو میں امارت شرعیہ کی تعلیمی تحریک کے اغراض و مقاصد اور اس کے ذریعہ کیے جا رہے کاموں، نیز رحمانی تھرٹی، رحمانی فاؤنڈیشن، خانقاہ رحمانی کے علاوہ حضرت امیر شریعت کے مختلف الجہات کاموں اور حضرت امیر شریعت کی فکر اور تعلیمی میدان میں کی جا رہی آپ کی گوناگوں خدمات کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ آپ نے امارت انٹرنیشنل اسکول کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ آج ہم ایک چراغ جلانے جا رہے ہیں تا کہ اس کی روشنی پورے جھارکھنڈ میں پہونچے اور اس چراغ سے اور چراغ جلائے جائیں۔

مولانا محمد انور قاسمی قاضی شریعت رانچی نے استقبالیہ کلمات کہتے ہوئے جھارکھنڈ میں امارت شرعیہ کی تعلیمی تحریک کی تفصیل بتائی، آپ نے ہر ضلع میں ہونے والے پروگراموں کی تفصیلی معلومات اور ضلعی کمیٹیوں کی تفصیل بتائی، ساتھ ہی آپ نے امارت شرعیہ کی اس تحریک کے تینوں پہلوؤں بنیادی دینی تعلیم کے فروغ، معیاری عصری تعلیمی اداروں کے قیام اور اردو کے تحفظ و بقاء پر تفصیلی روشنی ڈالی، اور کہا کہ اب ہم لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس تحریک کو تھمنے نہ دیں اور اس کو جاری اور ساری رکھیں۔ آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی وہ ایجوکیشن کے لائن میں خدمت کے جذبے سے سرمایہ کاری کریں۔

مولانا سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ نے کہا کہ ہم ایک عظیم مقصد کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں وہ مقصد ہے قوم کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف لانا، ایسے علم کی طرف جو اللہ اور اس کے رسول کو مطلوب ہے، آپ نے کہا کہ جس قوم کا رشتہ علم سے جڑتا ہے وہی سربلندی حاصل کرتی اور جس کا رشتہ علم سے ٹوٹ جاتا ہے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔

مولانا افروز سلیمی معاون قاضی جمشید پور نے اپنی تقریر میں تعلیم کی اہمیت بتائی اور امارت شرعیہ کی تعلیمی تحریک کا تعارف کرایا۔

کانگریس پارٹی کے مقامی لیڈر راجیہ ناتھ شاہ دیو نے کہا کہ آج ایک بڑے اسکول کا فاؤنڈیشن رکھا جا رہا ہے، یہ اس علاقہ کے لیے امارت شرعیہ کا بڑا تحفہ ہے، انہوں نے کہا کہ اس عمر میں حضرت امیر شریعت تعلیم کے لیے اس عمر میں جو کام کر رہے ہیں وہ ہم سب کے لیے مثال اور نمونہ ہے، انہوں نے یقین دلایا کہ اسکول کے قیام میں ان سے جو تعاون ممکن ہوگا ضرور کریں گے۔

حاجی احسان صاحب نے اسکول کے قیام کے لیے امارت شرعیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب امارت شرعیہ کے کاموں میں دامے درمے قدمے سخنے ساتھ ہیں۔

اجلاس کا آغاز قاری صہیب نعمانی استاذ مدرسہ عالیہ عربیہ کانکے کی تلاوت سے ہوا، نعت شریف محمد شاداب متعلم مدرسہ مظہر العلوم اربا، مولانا سہیل سجاد معلم امارت پبلک اسکول نگڑی اور مولانا ابو داؤد قاسمی کارکن دار القضاء رانچی نے پڑھی، اظہار تشکر مولانا منظور عالم انکی رکن شوریٰ و عاملہ امارت شرعیہ نے پیش کیا۔

اجلاس کے فوراً بعد حضرت امیر شریعت اور دیگر مہمانوں کے ہاتھوں امارت انٹرنیشنل اسکول کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اور دعا کی گئی۔ حضرت امیر شریعت نے اربا کے قریب بروے گاؤں میں ایک مسجد کا بھی سنگ بنیاد رکھا۔

اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں مولانا منظور عالم انکی، مولانا مفتی انور قاسمی، مولانا رضوان مظاہری مبلغ امارت شرعیہ، مولانا ابو داؤد قاسمی، مولانا عبد القادر صاحب مبلغ امارت شرعیہ، مولانا عبد الحق صاحب مبلغ امارت شرعیہ، جنت حسین، حاجی احسان صاحب، حافظ شہاب الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ کے علاوہ ہوجر، اوینا روڈ، اربا اور اس کے مضافات کے گاؤں نیوری، چٹو، بروے، ہرداگ، ٹکئے، کدل وغیرہ کے مقامی لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اجلاس میں ہزاروں کی تعداد میں جھارکھنڈ کے مختلف اضلاع کے نمائندوں اور عوام و خواص نے شرکت کی۔

خاص طور سے شفیق انور، انوار احمد انصاری، عین الحق انصاری، مجیبل انصاری ضلع پریشد، شہزادہ انور، قاضی شہر رانچی قاری جان محمد مصطفوی، مولانا مفتی نذر توحید مظاہری قاضی شریعت چترا، مولانا سعود عالم قاسمی قاضی شریعت جمشید پور، مولانا عبد الودود قاسمی قاضی شریعت راور کیلا، مولانا ابو الکلام شمسی ڈائرکٹر امارت پبلک اسکول نگڑی و گریڈیہہ، حافظ شمیم صاحب، ڈاکٹر مفتی محمد سلمان قاسمی، مولانا سمیع الحق، ڈاکٹر یاسین قاسمی، جناب شہنواز احمد خان ہزاری باغ، ممتاز احمد خان ایڈووکیٹ، قاری مجیب مظاہری، حاجی پرویز صاحب چترپور، مولانا سہیل اختر قاسمی نیوڑی، مفتی عمران ندوی ناظم مدرسہ مظہر العلوم، مفتی وصی احمد استاذ مدرسہ مظہر العلوم اربا، نوجوان کمیٹی اربا کے ذمہ داران و کارکنان، انجمن کمیٹی چٹو کے ذمہ داران و کارکنان، مولانا احمد بن نذر چترا، مولانا بلال احمد قاسمی، مولانا عبد العزیز، مولانا ضیاء الہدیٰ اصلاحی، جناب نعیم ہمایوں، نسیم انصاری، جمیل احمد، رفیق انصاری، عبد الرحیم انصاری، ذاکر انصاری، بابر، رقیب انصاری، مولانا شہامت صاحب قاسمی مدرس مدرسہ عالیہ، مولانا فرقان قاسمی اربا کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اہل قلم سے چند معروضات

آپ کا محبوب ہفتہ وار جریدہ ''نقیب'' امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا قدیم ترجمان ہے، جس میں امارت شرعیہ کی سرگرمیوں کے علاوہ دیگر ملی و قومی خبروں، اخبار عالم و مسلم دنیا کے احوال، کتابوں پر نقد و تبصرہ، یادگار زمانہ شخصیتوں کے احوال کے علاوہ مختلف دینی، علمی، تعلیمی، تہذیبی، ادبی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، ملی و عالمی مسائل و موضوعات پر بیش قیمتی مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ ان موضوعات پر مضمون نگار حضرات اپنی نگارشات اشاعت کے لیے ارسال فرمائیں، البتہ اپنی تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خیال رکھیں۔

☆ مضمون غیر مطبوعہ بھیجیں، ہاں اگر کسی دیگر اخبار و مجلہ میں ارسال کرنا ہو تو نقیب میں اشاعت کے بعد ارسال کریں۔

☆ مضمون نقیب کے معیار اور ادارہ کی پالیسی کے مطابق ہو۔

☆ مرسلہ مضمون کی کاپی خود بھی اپنے پاس رکھیں، کیوں کہ عدم اشاعت کی صورت میں مضمون واپس نہیں کیا جائے گا۔

☆ اختلافی موضوعات اور متنازعہ فیہ مسائل پر مضامین کی اشاعت کی گنجائش نہیں ہے۔

☆ قابل اشاعت مضامین حسب ترتیب اور موقع ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی شائع ہوں گے۔

☆ اپنے مضامین نقیب کے ای میل naqueeb.imarat@gmail.com پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

بقیہ خطبۂ صدارت

اور دوسری طرف آئین ہند کی دفعہ ۲۹۔۳۰ زندہ ہے، مگر آسام اسمبلی میں تمام مدارس کو بند کرنے کا قانون منظور ہوگیا۔ یہ اقدام آئین ہند کی بنیادی دفعات کے خلاف سہی، مگر آج وہ آسام کا قانون ہے، اب ہائی کورٹ سپریم کورٹ کا چکر لگاتے رہیے، اور یہ قانونی ادارے کیا لاقانونیت برتیں، کوئی نہیں جانتا۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ چند دن قبل ایک مرکزی وزیر نے سرکاری تقریب میں اعلان کیا کہ مدرسوں میں گیتا اور رامائن کی تعلیم ہوگی، کئی اخبار میں یہ خبر شہ سرخیوں میں رہی۔
یہاں تک تو نئی قومی تعلیمی پالیسی کا ''ذکر خیر'' تھا، اور شدت پسندوں کی قانون سازی کے وطیرہ کا ذکر آیا، جو نہ صرف اردو والوں سے سوچنے کا مطالبہ کرتا ہے بلکہ عمل اور اقدام کا پابند بناتا ہے ـــــ اسکے علاوہ چند اہم مسائل صوبوں سے متعلق ہیں، جن کا تعلق اردو کے پڑھنے پڑھانے، اردو کے تلفظ کو زندہ رکھنے، شان خط کو ''خوب تر'' بنانے کی کوشش ہے پرائمری، مڈل اور ہائی اسکول میں اردو اساتذہ کی بحالی سے ہے، اردو کیلئے اچھا اور کھلا ماحول بنانے سے ہے، ان کاموں کیلئے اردو دانوں کے ایک طبقہ کا فعال اور متحرک ہونا ضروری ہے، وہ جنکی روزی، روٹی اردو سے وابستہ ہے، ان پر بھی ذمہ داری ہے کہ زمینی سطح پر اردو کیلئے فضا سازی کریں اور اپنے اپنے حلقہ میں کچھ کر کے دکھائیں۔
ایک قابل لحاظ تعداد ایسے پڑھے لکھوں کی ہے، جو اردو زبان کے استاد بننا چاہتے ہیں مگر حکومت کی توجہ اس طرف نہیں گئی۔ اردو کے لیے کام کرنے والے سرکاری یا نیم سرکاری ادارے صوبوں میں ہوا کرتے ہیں، یہاں ویسے ادارے کم بنے ہیں اور بعض ادارے حکومت نے اب تک نہیں بنائے ہیں، جو ادارے ہیں وہاں کام نہیں ہو رہا ہے، صوبہ کی وزارت تعلیم اردو کی تعلیم کے لیے کوئی کام نہیں کر رہی ہے۔
۱۹۸۹ء میں جب بہار میں اردو دوسری سرکاری زبان بنی، اس وقت جھارکھنڈ بہار کا حصہ تھا، ۲۰۰۰ء میں جھارکھنڈ الگ ہوا تو اردو کی وہ حیثیت بھی ختم ہوگئی، کئی سالوں کے بعد سرکاری نوٹیفکیشن میں تو اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ مل گیا، لیکن یہ درجہ صرف کاغذ پر ہے زمین پر اس کا کوئی اثر اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے۔ نہ تو کسی محکمہ میں اردو میں درخواستیں لی جاتی ہیں اور نہ اردو کی درخواستیں پڑھنے والا کوئی مترجم موجود ہے۔ ۲۰۰۰ء سے پہلے یہاں اردو اسکولوں کی کافی تعداد تھی، لیکن جھارکھنڈ کے قیام کے بعد اکثر اسکولوں کو ہندی اسکولوں میں ضم کر دیا گیا، ابھی جو اسکول موجود بھی ہیں تو ان کی حالت کافی خراب ہے، اکثر اسکولوں میں اردو کے اساتذہ نہیں ہیں، نہ اردو کی کتابیں دستیاب ہیں۔ مجبوراً اردو اسکولوں میں بھی طلبہ ہندی زبان میں پڑھتے ہیں، دیگر اسکولوں میں بھی اردو سبجیکٹ کی کتابیں فراہم نہیں ہوتیں، جھارکھنڈ بنے ہوئے بیس سال ہو چکے ہیں، لیکن اب تک سرکاری طور پر اردو کی کتابیں چھاپنے اور انہیں اسکولوں کو فراہم کرنے کا کوئی ٹھوس بندوبست نہیں ہوسکا ہے۔ اردو اساتذہ کی بحالی کی صورت حال بھی قابل تشویش ہے، حالانکہ ۲۰۰۸ء میں بحالی کی کارروائی شروع ہوئی لیکن ٹال مٹول کی ایک لانبی داستان کے بعد ابھی تازہ صورت حال یہ ہے کہ ۴۴۰۱؍خالی سیٹوں میں سے صرف آٹھ سو سیٹوں پر بحالی ہوئی ہے۔ کہنے کو تو کالجوں اور یونیوسٹیوں میں اردو کی تعلیم کا نظم ہے، لیکن جب تک پرائمری سطح پر اردو کی تعلیم نہیں ہوگی، کالجوں اور یونیورسٹیوں کو طلبہ کہاں سے ملیں گے؟
جھارکھنڈ کے مسلمانوں کا ایک پرانا مسئلہ یہ ہے کہ یہاں دینی تعلیم کے معیاری اداروں کی بہت ہی کمی ہے، سرکاری امداد یافتہ مدارس کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ پوری ریاست جھارکھنڈ میں سرکاری امداد یافتہ مدارس کی کل تعداد ۱۸۶؍ ہے اور ان میں سے بھی اکثر کی حالت خستہ ہے، جتنے ہیں ان کو بھی سرکار کی جانب سے بار بار جانچ کے نام پر پریشان کیا جارہا ہے۔
اس کے علاوہ بھی مسائل ہیں، حکومت کی بے توجہی کا سامنا لگاتار یہاں کی مسلم آبادی کو کرنا پڑتا ہے، اس کی بڑی وجہ یہ رہی ہے کہ ۲۰۰۰ء میں جھارکھنڈ کے قیام کے بعد سے زیادہ تر حکومتیں بی جے پی قیادت میں یا اس کے تعاون سے بنیں۔ اقلیتوں کے لیے مختص فنڈ کا استعمال بہت ہی کم مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہو پاتا ہے، وزارت برائے اقلیتی امور حکومت ہند کی ایک رپورٹ کے مطابق جھارکھنڈ ان ریاستوں میں اول مقام پر ہے جو اقلیتی فنڈ کا استعمال نہیں کرتے، اقلیتوں کے لیے مختص فنڈ کا چالیس فیصد سے بھی کم حصہ جھارکھنڈ میں خرچ ہوتا ہے۔ سیاسی طور پر بھی یہاں مسلمانوں کی نمائندگی کم ہے، اس وقت پارلیامنٹ میں کوئی مسلم نمائندہ جھارکھنڈ سے نہیں ہے، اسمبلی میں بھی صرف چار ممبر ہیں۔
مسلم نمائندوں کے نہ ہونے کی وجہ سے سرکار کو متوجہ کرنے والی زبانیں اسمبلی میں کم ہیں۔
ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اب تک یہاں اردو اکیڈمی قائم نہیں ہو سکی ہے، نہ تو اردو کے تعلق سے کوئی سرگرم بورڈ بنا ہے، جس کی وجہ سے اردو کے شعراء، ادباء اور فنکاروں کا تعاون نہیں ہو پاتا ہے، نہ سرکاری خرچ پر اردو کی کتابیں چھپ رہی ہیں۔
مسائل کی فہرست طویل ہے، سب کا احاطہ تو یہاں دشوار ہے، اوپر کی سطروں میں کچھ اشارہ کر دیا گیا ہے، اب آپ کی ذمہ داری ہے کہ مسائل کا پتہ لگائیں اور ان کے حل کی تلاش کریں، جو کام سرکار سے کرانے کے ہیں ان کے لیے سرکاری حکام پر پریشر بنائیں، متعلقہ وزارت تک اپنی بات سلیقہ سے پہونچائیں اور حکمت عملی کے ساتھ ان سے کام کرائیں، جو کام خود کرنے کے ہیں ان کے لیے بھی بیداری پیدا کریں۔ انفرادی و اجتماعی کوششوں سے اردو کی آبیاری کریں اور اس کی جڑوں میں پانی دیں تاکہ اردو کا پودا ریاست میں تناور درخت بن سکے۔ کچھ پرائیوٹ ادارے ہیں جو خاموشی کے ساتھ دینی تعلیم اور اردو کی خدمت کر رہے ہیں، میں ان سب اداروں کا شکر گزار ہوں۔
امارت شرعیہ نے بھی رانچی اور گریڈیہہ میں دو اسکول قائم کیے ہیں، جو سی بی ایس ای کے نصاب کے مطابق معیاری تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ دینیات اور اردو کی تعلیم بھی دے رہے ہیں۔
ان شاء اللہ جلد ہی ضلع رانچی میں اربا کے مقام پر ایک اور اسکول قائم ہونے جارہا ہے، کل ہی اس کا سنگ بنیاد رکھا جائیگا، اسکولوں کے قیام سے امارت شرعیہ کا مقصد ایک ایسے تعلیمی نظام کا نمونہ پیش کرنا ہے جس میں معیاری عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ و طالبات کے دین و ایمان، زبان اور تہذیب و شناخت کی حفاظت بھی ہو سکے۔ مجھے امید ہے کہ یہاں سے ایسے افراد کمربستہ ہوں گے جو امارت شرعیہ کے پیش کردہ اس نمونے پر آگے بڑھیں گے اور پوری ریاست میں ایسے اور بھی بہت سارے ادارے قائم ہوں گے جو ہماری تہذیب کی حفاظت کے ضامن ہوں گے۔
آپ حضرات اپنا قیمتی وقت لے کر یہاں آئے، اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں، آپ سب اپنی اپنی جگہ خدمت کر رہے ہیں، میری گذارش ہے کہ اس میں اجتماعیت پیدا کریں، مل جل کر بنیادی دینی تعلیم کے فروغ اور معیاری عصری اداروں کے قیام کی تحریک چلائیں، آنے والی نسلوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ابتدائی دینی مکاتب ہیں، ان کے نظام کو مستحکم کیجئے، کسی بھی قوم کی توانائی اور طاقت تعلیم و ٹیکنالوجی کے میدان میں اس کی ترقی پر منحصر ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ معیاری عصری ادارے قائم کیے جائیں، ایسے کوچنگ سنٹرز کھولے جائیں جن میں طلبہ کو اعلیٰ مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری کرائی جائے۔ تاکہ ہماری آنے والی نسل بھی ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ کھڑی ہو سکے۔ امارت شرعیہ کی یہ تحریک اندھیرے میں روشنی کا مینار ثابت ہو سکتی ہے، بشرطیکہ جھارکھنڈ کے مسلمان اس تحریک میں پوری دلچسپی سے شریک ہوں اور اس کو عملی شکل دینے کی محنت کریں۔
آپ حضرات اردو والے ہیں، اردو کیلئے جو ادارے اور شخصیتیں کام کرتی رہی ہیں، انہیں بھی یہاں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، پورے جھارکھنڈ میں صدا لگادی گئی، تاکہ اردو کا نیا کارواں تیار ہو سکے، نئے جوش اور نئے ارادہ کے ساتھ ـــ امارت شرعیہ نے محسوس کیا کہ اردو کے محاذ پر سناٹا مہیب ہوتا جارہا ہے، تو ایک جوابدہ ادارہ کی حیثیت سے اس کے نمائندے صوبے کے تمام اضلاع میں پہونچے، عوام و خواص کو جھنجھوڑا، انہیں ذمہ داری یاد دلائی اور پورے جھارکھنڈ میں حرکت پیدا کی، اب یہ عوامی طاقت آپ کے ساتھ ہے، اردو والے اس سے کام لیں ـــ امارت شرعیہ تو فکر والوں، درد والوں کا کارواں ہے، اور

خدا درد والوں کو آباد رکھے
کہ جاگے ہوئے ہیں جگائے ہوئے ہیں

اب آپ کمان سنبھالیں، جو تنظیمیں، انجمنیں ادارے ہیں، وہ احساس شکر کے ساتھ ادائے فرض کی نیت سے اپنی ذمہ داری نبھائیں اور مشترکہ کوششوں کی راہ اپنائیں، آپ چاہیں گے تو امارت شرعیہ آپ کے ساتھ خادمانہ پیچھے پیچھے چلے گی۔

اعـــلان مفقـــود الخبـــری

معاملہ نمبر ۳۵/۵۵۵/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون)

نسیمہ خاتون بنت جسیم علی مقام کھراؤں ڈاکخانہ کھراؤں بلاک نواؤں ضلع بھبھوا کیمور۔ فریق اول

بنام

محمد جاسم ولد ننکڑو میاں مرحوم مقام مرچا ۱۷؍نارتھ سائڈ، ڈاکخانہ مرچا بلاک زمانیہ، غازی پور (یوپی)۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ اور حق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا معاملہ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دارالقضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۴؍شوال ۱۴۴۲ھ مطابق ۶؍جون ۲۰۲۱ء روز اتوار بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ عدم حاضری کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۶/۱۰۷۳/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مادھوپاڑہ)

نصرت پروین بنت محمد عالم مقام رہ پور، ڈاکخانہ جگیلی، ضلع پورنیہ۔ فریق اول

بنام

محمد فیروز کیراف گسول مقام رہیک پور، ڈاکخانہ جگیلی، ضلع پورنیہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا فریق اول نے آپ کے خلاف عرصہ ۵؍سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء مادھوپاڑہ، پورنیہ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۱؍شوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۴؍مئی ۲۰۲۱ء روز سموار بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۵/۱۹۴/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ معروف گنج، گیا)

اجمیری خاتون محمد قیوم انصاری چلکا، ڈاکخانہ چلکا، تھانہ دھنگائے، گیا۔ فریق اول

بنام

محمد توفیق ولد محمد غفور انصاری مقام گرویا ڈاکخانہ دھمنا تھانہ بارہ چٹی ضلع گیا۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ معروف گنج، گیا میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا معاملہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۸؍شعبان ۴۲ھ مطابق ۱۱؍اپریل ۲۰۲۱ء روز جمعرات بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

کتب خانے تعلیم گاہوں کے لیے زندگی کی علامت اور علم کے فروغ کا بڑا ذریعہ ہیں : حضرت امیر شریعت

مدرسہ حسینیہ پلاول، ضلع ہزاری باغ میں اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند لائبریری کے افتتاح کے موقع پر منعقد اجلاس میں امیر شریعت کا پر مغز خطاب

کتب خانہ ایک بڑی تعلیمی ضرورت اور تعلیم گاہوں کے لیے زندگی کی علامت ہے، علم کے فروغ میں کتب خانوں اور لائبریریوں کا بڑا اہم کردار ہے، کتب خانہ جتنا معیاری اور کتابوں کے ذخیرہ کے اعتبار سے جتنا وسیع ہوگا، اس کی افادیت اتنی ہی زیادہ ہوگی اور اتنا ہی وہ قابل قدر ہوگا۔ اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی علیہ الرحمہ کے نام سے منسوب مدرسہ حسینیہ پلاول میں قائم ہونے والی یہ لائبریری بھی مدرسہ کے تعلیمی سلسلہ میں ایک وقیع اضافہ ہے۔ مجھے اس لائبریری کا افتتاح کرتے ہوئے بے حد خوشی کا احساس ہو رہا ہے، میں ادارہ کے ذمہ داروں کو اس قابل تحسین اقدام پر مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس لائبریری سے مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ کے علاوہ دوسرے شائقین علم کو زیادہ سے زیادہ نفع پہونچے گا۔ ان خیالات کا اظہار امیر شریعت بہار، اڈیشہ جھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے مورخہ ۱۶ مارچ کو مدرسہ حسینیہ پلاول ہزاری باغ میں اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند لائبریری کے افتتاح کے موقع پر کیا۔

اس موقع پر حضرت امیر شریعت مدظلہ نے مدرسہ کی وسیع و عریض جامع مسجد میں ایک بڑے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے دینی تعلیم کی اہمیت اور بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ موجودہ وقت میں ہر ماں باپ اور گارجین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی دوا اور غذا کی طرح ہی اس کی بنیادی دینی و ایمانی تعلیم پر بھی توجہ دے، اور ان کی دینی و اخلاقی تربیت کا انتظام کرے، آج اگر یہ انتظام نہیں کیا گیا تو آنے والے دنوں میں یہ نسل ایمان پر بھی قائم رہے گی یا نہیں کہا نہیں جا سکتا۔ آپ نے نہایت ہی تفصیل کے ساتھ مختلف مثالوں کے ذریعہ تعلیم و تربیت کی ضرورت و اہمیت کو سمجھایا۔ آپ نے فرمایا کہ نئی قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء سے صاف طور پر یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ اس کا مقصد صرف ایک تعلیمی سسٹم کو وجود دینا نہیں بلکہ تعلیمی نظام پر ایک خاص قسم کا رنگ چڑھانا ہے۔ دینی مدارس کو بدنام کرنا، دینی مدارس کو بند کرنے اور دین و شریعت پر قدغن لگانے کی کوشش کرنا حکومت کے کارندوں کا شیوہ بن چکا ہے، ہمارا ایمان ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز اور کائنات کی ساری دولت سے زیادہ پیارا ہے۔ ہم ہر نقصان برداشت کر سکتے ہیں، لیکن دین و ایمان کا نقصان برداشت نہیں کر سکتے، اس لیے امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کی طرف سے اس وقت دینی مکاتب کا قیام، معیاری عصری تعلیم کے فروغ اور اردو زبان کے تحفظ کے لیے تحریک چلائی گئی ہے، جھارکھنڈ میں ۱۱ ردنوں کی ریاست گیر تحریک کے بعد ۱۳-۱۴/ مارچ کو شہر رانچی میں اضلاع کے نمائندگان علماء، ائمہ، دانشوران، سماجی کارکنان اور اردو زبان سے تعلق رکھنے والے احباب کا نہایت ہی موثر اجلاس منعقد ہوا، اور رانچی کے شہر اربا میں ایک معیاری اسکول امارت انٹرنیشنل اسکول کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ میں یہاں موجود تمام لوگوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک کا حصہ بنیں اور تعلیم کی راہ میں مضبوط قدم بڑھائیں۔ اجلاس میں ضلع ہزاری باغ کے مختلف خطوں سے بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اس کارواں میں نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی، مولانا مفتی نذر توحید مظاہری قاضی شریعت چترا، مولانا مفتی محمد انور قاسمی قاضی شریعت رانچی اور مولانا منظور عالم انگی رکن شوریٰ و عاملہ امارت شرعیہ بھی شریک تھے۔ نظم و انتظام اور اجلاس کے کامیاب انعقاد میں مولانا مفتی ثناء اللہ قاسمی قاضی شریعت ہزاری باغ، جناب شاہنواز احمد خان سابق ڈپٹی لیبر کمشنر ہزاری باغ کے علاوہ مدرسہ حسینیہ پلاول کے ذمہ داران، اساتذہ و طلبہ اور شہر کے معززین و نوجوانان پیش پیش تھے۔ واضح ہو کہ حضرت امیر شریعت مدظلہ امارت شرعیہ کی تعلیمی تحریک کے سلسلہ میں جھارکھنڈ کے سفر پر تھے ۱۱/ مارچ کو شروع ہونے والا یہ سفر ۱۶/ مارچ کو مدرسہ حسینیہ پلاول میں شیخ الہند لائبریری کے افتتاح اور اجلاس عام کو خطاب کرنے پر مکمل ہوا۔ اس سفر کے دوران حضرت امیر شریعت نے متعدد مشاورتی اجلاس، خصوصی نشستوں، اجلاس عام کو خطاب کیا اور ہوجرا دینا، روڈ، اربا، ضلع رانچی میں امارت انٹرنیشنل اسکول، ولادلی میں گلوبل آئیڈیل اسکول کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔

جو قدم مسجد کی طرف بڑھتے رہیں وہ کبھی زوال کی طرف نہیں جا سکتے: حضرت امیر شریعت

راعین مسجد رانچی میں اجلاس عام سے حضرت امیر شریعت کا بصیرت افروز خطاب

"ایک لانبے عرصے سے تشدد پسند لوگ مسلمانوں کے دین و ایمان کو چھیننا چاہتے ہیں، یا ان کے جان و مال کو نقصان پہونچانے کے خواہش مند ہیں، ملک کی اکثریتی آبادی کے مزاج میں نفرت اور تشدد آ چکا ہے، جو ہر طرف محسوس کیا جا رہا ہے، ہماری شناخت، تہذیب، زبان، ہماری مساجد، مدارس اور اداروں کو ختم کرنے کی سازشیں چل رہی ہیں، اگر ہم ان کو بچانا چاہتے ہیں تو اپنے بچوں کے دین و ایمان کی فکر کرنی ہوگی، ان کو دین کا علم سکھانا ہوگا، ان کے دل میں ایمان کو اتارنے کی فکر کرنی ہوگی، بچپن سے انہیں دین کی بنیادی چیزیں سکھائیے، تاکہ اس سے ان کے اندر اسلام کا مزاج بنے۔" یہ باتیں امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے رانچی کی قدیم اور تاریخی راعین مسجد میں مورخہ ۱۴/ مارچ کو بعد نماز مغرب منعقد ایک اجلاس عام کو خطاب کرتے ہوئے کہیں۔ آپ نے کہا کہ آج حالت یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی صحیح پرورش پر دھیان نہیں دیتے، حتی کہ کلمہ نماز تک انہیں نہیں سکھاتے، آپ نے قوم کی بھلائی کے لیے خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا ہم فضول کاموں میں تو خرچ کرتے ہیں لیکن قوم کی بھلائی کے کاموں میں خرچ نہیں کرتے، ہمارے بعد جو نسل آئے گی وہ مسلمان رہے گی یا نہیں ہمیں اس کی بھی فکر نہیں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ نسل مسلمان بنی رہے تو اس کے اندر دین اور ایمان کو داخل کریں، انہیں قرآن اور دین کی تعلیم دیں۔ اپنی تہذیب اور زبان کو زندہ رکھیں، زبان مہربانیوں سے زندہ نہیں رہتی، زبان زندہ رہتی ہے، پڑھنے، لکھنے اور بولنے سے، اپنی زبان ٹھیک کیجیے، اپنے بچوں کی زبان ٹھیک کیجیے، بچوں کو گھروں میں تہذیب سکھائیے۔ حکومتیں، ادارے اور تنظیمیں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اگر آپ سوچ سمجھ سے کام لیں، اپنے بچوں کی تربیت کریں، متحد ہو کر رہیں، ذات پات کے نام پر اور مسلک کے نام پر نہ لڑیں، مسلک تو دینی زندگی گذارنے کا طریقہ ہے، یہ لڑنے کے لیے نہیں ہے۔ آپ نے کہا کہ جو قدم مسجد کی طرف بڑھتے رہیں وہ کبھی زوال کی طرف نہیں جا سکتے، اپنے بچوں کو ڈاکٹر انجینئر ضرور بنائیے، لیکن صرف ڈاکٹر انجینئر نہ بنائیے بلکہ انہیں مسلمان ڈاکٹر اور انجینئر بنائیے۔ اس اجلاس میں مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ اور مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے بھی اصلاح معاشرہ کے مختلف پہلوؤں پر خطاب کیا۔

بقیہ اردو لغت اور تلفظ .... نور الحسن نیر کاکوری نے 'امیر اللغات' کے نامکمل کام کو پورا کرنے کی غرض سے 'نور اللغات' کی تدوین ۱۹۲۴ء میں شروع کی، جس کی پہلی جلد اسی سال منظر عام پر آ گئی، یہ لغت چار مبسوط جلدوں میں لکھی گئی۔ اس کی آخری جلد ۱۹۳۱ء میں اشاعت العلوم پریس فرنگی محل لکھنو سے شائع ہوئی۔ تلفظ کے سلسلے میں اس لغت کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں تمام اندراجات کے تلفظ کے لیے وضاحتی طریقۂ کار کے علاوہ ہم وزن اور مساوی الحرکات طریقہ بھی اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً (شرطیہ: بفتحۂ دوم و کسرۂ سوم و سکون یائے معروف مشدد و مفتوح) اور دوسرا طریقہ جو ہم وزن حرکات کا ہے وہ اس طرح ہے جیسے 'صیغہ' بروزن 'زینت' اور 'اگری' بروزن 'سفری' وغیرہ۔ اسی عہد میں خواجہ عبدالحمید نے جامع اللغات کے نام سے ایک مبسوط لغت کی تدوین کا کام شروع کیا، جس کی اشاعت کا سلسلہ ۱۹۳۲ء سے شروع ہوا اور ڈھائی سال کے عرصہ کے بعد ۱۹۳۵ء میں مکمل ہوا، اب یہ لغت چار جلدوں میں دستیاب ہے، تلفظ کی نشاندہی کے سلسلے میں یہ لغت نہایت ہی کمزور ہے، اس جانب کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ہے۔ 'فرہنگ اثر' نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی کی ایک جلدی تالیف دو حصوں پر مشتمل ہے، یہ باقاعدہ الگ سے لغت ہونے کے بجائے دو سابقہ لغات 'سرمایۂ زبان اردو' اور 'نور اللغات' کا ناقدانہ جائزہ ہے، حصہ اول جو کہ کل باون صفحات پر مشتمل ہے اس میں سید ضامن جلال لکھنوی کی 'سرمایۂ زبان اردو' کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ حصہ دوم جو تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اس میں نیر کاکوروی کی 'نور اللغات' کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس لغت میں بھی اندراجات کے تلفظ کی نشاندہی ہم وزن یا مساوی الحرکات الفاظ کے ذریعہ کی گئی ہے، مثلاً اصیل بروزن کفیل اور اگری بروزن سفری وغیرہ، اس لغت میں صرف لکھنوی استعمال کو ہی معیار بنایا گیا ہے؛ اگر کوئی لفظ یا محاورہ لکھنو میں مستعمل نہیں ہے تو وہ ان کے نزدیک معیاری نہیں ہے۔

جس طریقہ سے 'فرہنگ اثر' سابقہ لغات کا جائزہ ہے؛ اسی طریقہ سے 'مہذب اللغات' میں بھی مہذب لکھنوی نے 'فرہنگ آصفیہ' اور 'نور اللغات' کے اندراجات میں اختلاف رائے کو پیش کیا ہے، اس نظریہ سے یہ لغت دونوں سابقۃ الذکر لغات کا ایک محاکمہ بھی پیش کرتا ہے؛ کیونکہ مؤلف مہذب اللغات نے فرہنگ آصفیہ اور نور اللغات کے اندراجات، تلفظ، قواعدی نوعیت اور خاص طور پر ان کے معانی کو اپنے لغت میں نقل کرنے کے بعد ان پر اپنی رائے دی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ یا تو متروک ہو چکا ہے یا پھر لکھنؤ میں مستعمل نہیں ہے یا عوام میں استعمال نہیں وغیرہ وغیرہ، دراصل انہوں نے 'فرہنگ آصفیہ' اور 'نور اللغات' کو لکھنؤ میں مستعمل زبان کے سانچہ پر پرکھنے کی کوشش کی ہے؛ لیکن تلفظ کی نشاندہی کے سلسلے میں کوئی باقاعدہ طریقہ یا یکساں اصول نہیں اختیار کیا ہے، تلفظ کی نشاندہی اعراب کے ذریعے اور مساوی الاوزان والحرکات کے ذریعے بھی کی گئی ہے۔ عبد اللہ خاں خویشگی کی 'فرہنگ عامرہ' کے پیش لفظ میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں "اردو کلاسیکی لغات میں فرہنگ عامرہ کو اہم مقام حاصل ہے، اس میں عربی، فارسی اور ترکی کے ایسے چالیس ہزار الفاظ درج کیے گئے ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں، فاضل مؤلف نے تلفظ کو اس طرح توڑ کر لکھا ہے کہ لفظ کو صحیح طور پر آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے"۔ پہلی مرتبہ اس لغت کی طباعت ۱۹۳۷ء میں عمل میں آئی پھر ۱۹۵۷ء میں فاضل مؤلف نے اس پر نہ صرف نظر ثانی کی؛ بلکہ ضروری اضافہ بھی کیا، تلفظ کے معاملہ میں یہ لغت بہت ہی عمدہ ہے اس میں تمام اندراجات کے تلفظ بین القوسین حرفوں کو توڑ کر باللفظ لکھے گئے ہیں۔ جامع فیروز اللغات جس کے کئی ہم شکل لغت مارکیٹ میں دستیاب ہیں، اس لغت کو نئی ترتیب اور جدید اضافوں کے ساتھ مولوی فیروز الدین نے مرتب کیا جو ۱۹۸۷ء میں مطبع ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس دہلی سے شائع ہوئی، اس لغت کی مارکٹنگ بہت ہوئی اس وجہ سے عوام تک سب سے زیادہ اس کی رسائی بھی ہوئی، اس لغت میں مندرجات کے معانی کے ساتھ ساتھ تلفظ کا خاص خیال رکھا گیا ہے، تلفظ کی وضاحت کہیں کہیں حرکت سے کی گئی ہے؛ لیکن اکثر مقام پر بین القوسین لفظ کے حروف کو توڑ کر اعراب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

لغت کبیر اردو: بابائے اردو مولوی عبدالحق ۱۹۳۰ء میں جب اورنگ آباد کے کالج سے سبکدوش ہوئے تو حکومت حیدرآباد نے انہیں جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ اردو کا صدر مقرر کیا، اسی کے ساتھ دس سال کے لیے بارہ ہزار روپے (سکۂ عثمانیہ) کی ایک خاص امداد بھی مقرر کر دی تاکہ وہ اردو زبان کی ایک جدید ترضخیم لغت تیار کریں، اس کام کے لیے مولوی احتشام الحق حقی دہلوی مددگار ہوئے، جن کا کام صرف الفاظ کو تلاش کر کے ترتیب سے جمع کرنا تھا، نظر ثانی خود مولوی عبدالحق صاحب اور ایک کمیٹی کرتی تھی جس میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، جناب پنڈت کیفی، اور سید ہاشمی فرید آبادی تھے۔ اس کے لیے سنسکرت اور ہندی زبانوں کے بعض ماہرین بھی مامور تھے۔ یہ مصدقہ نہیں ہے کہ اس کا کتنا حصہ قیام حیدرآباد میں تیار ہوا تھا؛ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ تقسیم کی تباہی میں وہ بھی تباہ ہو گیا تھا، اس کے بعد پاکستان میں اردو لغت بورڈ بنا جس کے پہلے صدر مولوی عبدالحق بنے اور اپنی علالت کے سبب زیادہ خدمات نہیں انجام دے سکے۔ الغرض اس سلسلے کی پہلی جلد ۱۹۷۳ء میں منظر عام پر آئی، اب یہ لغت جو موجودہ شکل میں ہمارے پاس ہے اس میں تلفظ کی وضاحت اعراب اور قوسین میں اعراب باللفظ کے ذریعہ کی گئی ہے، کسی بھی لفظ کے استعمال کے سلسلے میں منظوم و منثور دونوں شواہد سے کام لیے گئے ہیں، جبکہ اس سے ماقبل کی لغتوں میں نظموں سے شواہد زیادہ دیے جاتے تھے، یہ لغت موجودہ وقت تک اردو زبان کی سب سے مبسوط لغت ہے جو ۲۲/ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

لغات میں صورت اظہار تلفظ کی یہ مختصر روداد تھی جس میں صرف سن تالیف اور طریقۂ تلفظ کا ذکر کیا گیا ہے، مذکورہ بالا کے علاوہ بھی کئی لغتیں ہیں جو عوام کے استعمال میں ہیں؛ لیکن یہاں سب کا ذکر ممکن نہیں۔

Volume:61/71,Issue:12 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا
(احمد ندیم قاسمی)

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اوراس کے اسباب

فاروق طاہر حیدرآباد

آزادی کے بعد مسلمانوں پر کی جانے والی متعدد تحقیقاتی رپورٹس کے نتیجے میں ان کی تعلیمی پسماندگی کا انکشاف ہوا۔ 1990 میں منڈل کمیشن تحریک کے نتیجے میں نچلے اور اعلیٰ طبقات کے مابین بڑھتے فرق کے متعلق متعدد رپورٹس کے منظر عام پر آنے کے بعد حکومت نے اقلیتوں کی ترقی و بہبود کی جانب پیش قدمی کی کوشش کی، لیکن یہ مسئلہ 2001 کے بعد گرما گرم بحث اور سیاسی قائدین کی توجہ کا مرکز بنا۔ آزادی کے بعد پہلی مرتبہ 2001 میں مذہبی بنیادوں پر مردم شماری کا کام انجام دیا گیا تھا جس نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اور بدحالی کو آشکار کردیا۔ 2001 کی مردم شماری نے پالیسی ساز اداروں اور اسے نافذ کرنے والی وزارتوں کی دیانت اور اخلاص کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ ان حقائق کے منظر عام پر آنے کے بعد مسلم اقلیت کی تعلیم کے حق میں چند اقدامات کیے گئے۔ 2006 میں سچر کمیٹی کی تشکیل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ سچر کمیٹی رپورٹ ہندوستانی مسلمانوں کی پسماندگی کے لیے ذمہ دار حکومتوں کی مجرمانہ غفلت اور منظم طریقے سے انہیں قومی دھارے سے کاٹ دینے کا سرکاری اعتراف ہے۔ اس کمیٹی نے مسلمانوں کو ہندوستان کا سب سے پسماندہ طبقہ تسلیم کیا ہے۔ سچر کمیٹی کی پیش کردہ سفارشات پر 14 سال کا طویل وقت گزر جانے کے باوجود اس پر عمل آوری کی خلوص دل اور نیک نیتی سے کوشش نہیں کی گئی۔ نیم دلی سے جو اقدامات کیے گئے ان میں 1983 کے وزیراعظم کے 15 نکاتی پروگرام کی تجدید کے علاوہ وزیراعظم کے زیر نگرانی مسلمانوں کی سماجی، معاشی اور تعلیمی حالات کا جائزہ و بہتری کے لیے اعلیٰ سطحی کمیٹی کا قیام بھی شامل ہے، 2004 میں آرڈیننس کے ذریعے ایک مرکزی ادارہ نیشنل کمیشن فار میناریٹی ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشن (NCMEI) کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ اس ادارہ کے دائرہ اختیار میں مرکزی وریاستی حکومتوں کو مسلم اقلیت کی تعلیم سے متعلق کسی بھی معاملے جیسے ان کی پسند کے تعلیمی اداروں کے قیام وانتظام کے امور پر مشورہ دینا شامل ہے۔ اس ادارہ کی فعالیت آج بھی شکوک کے دائرے میں ہے۔ اب تو شدت پسندوں نے اسے بند کرنے کا بھی مطالبہ کردیا ہے۔ 2006 میں نیشنل مانیٹرنگ کمیٹی فار مائناریٹی ایجوکیشن (NMCME) کی تشکیل تو عمل میں لائی گئی۔ اس کمیٹی کا کام اقلیتوں کی تعلیم سے متعلق امور کی تکمیل و مسلسل نگرانی تھا۔ 2006 میں NCMEI کے اختیارات میں اقلیتوں کے لیے خصوصی وزرات، وزارت برائے اقلیتی امور (Affairs Minority of Ministry) کے قیام کا اضافہ کیا گیا۔ یہ وزارت اقلیتی طبقات کی فلاح و بہبود کی منصوبہ بندی، منصوبوں پر عمل آوری (کوآرڈینیشن) اور ترقیاتی پروگرام جیسے کلیدی کام انجام دیتی ہے۔ حکومت ہند نے پسماندہ اضلاع جہاں خواتین کی خواندگی قومی اوسط سے کم اور جہاں صنفی امتیاز وسیع پایا جاتا ہے ان علاقوں میں درج فہرست طبقات (SCs) درج فہرست قبائل (STs) دیگر پسماندہ طبقات (OBCs) اور اقلیتی طبقات سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کے لیے کستور با گاندھی بالیکا ودیالیہ کے نام سے رہائشی اسکولوں کا قیام عمل میں لایا۔ حکومت کے ان تمام اقدامات و مداخلت کے باوجود مسلمانوں کی تعلیمی پیش رفت ممکن نہیں ہوسکی۔ NCMEI-2004 اور نیشنل کمیشن فار مائناریٹی، وزارت اقلیتی امور (2006) کے قیام کے بعد اقلیتوں کے تعلیمی مسائل قومی سطح پر بحث کا موضوع بنے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بدولت اقلیتوں کی تعلیم، روزگار اور فلاح و بہبود پر مبنی رپورٹس تک عام شہریوں کی رسائی ممکن ہوئی۔ ان حقائق کی روشنی میں مسلمانوں کی پسماندگی کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کا حل پیش کیا جاسکتا ہے، تاکہ مسلمان ملک کے قومی ترقی کے اصل دھارے میں شامل ہوسکیں۔

مسلمانوں میں خواندگی کا تناسب: خواندگی کی شرح کو تعلیمی ترقی کی پیائش کا بنیادی جزو کہا جاتا ہے۔ مردم شماری 2001 کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ 60 برسوں کی کوششوں کے باوجود تعلیم تک مسلمانوں کی رسائی تسلی بخش سطح تک نہیں پہنچ سکی ہے۔ ہندوستان میں مسلم اقلیت کی شرح خواندگی قومی خواندگی کی شرح (65.4) کے مقابلے میں (59.1) پائی گئی ہے۔ مختلف مذہبی گروہوں کی شرح خواندگی سے اگر مسلمانوں کا موازنہ کیا جائے تو ان کی شرح خواندگی سب سے کم ہے۔ مختلف مذاہب، ہندوؤں میں 65.1، مسلمان 59.1، عیسائی 80.3، سکھ 69.4، بدھسٹ 72.7 اور جینیوں میں 94.1 خواندگی کی شرح ہے۔ دیہی اور شہری شرح خواندگی کے معاملے میں مختلف مذاہب کے درمیان بہت زیادہ فرق دیکھا گیا ہے جسے Index Differential Urban-Rural کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ دیہی اور شہری خواندگی کی شرح میں تفاوت سب سے زیادہ ہندوؤں اور سب سے کم جین مت میں پایا گیا جب کہ مسلمانوں کی شرح خواندگی دیہات اور شہروں دونوں جگہوں پر دیگر مذاہب کے مقابلے میں تشویشناک حد تک کم ہے۔ ایک سطح سے دوسری سطح تک کامیاب منتقلی کو (RateTransition) کہا جاتا ہے اور جسے فیصد میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ آسان منتقلی سے نظام کے معیار اور قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مسلم طلبہ کی پرائمری سطح سے اپر پرائمری اور اپر پرائمری سے سیکنڈری سطح تک منتقلی نہ صرف کم ہے بلکہ یہ تعداد بہت تیزی سے کم ہوتی جارہی ہے۔ سچر رپورٹ 2006 کے مطابق مسلم طلبہ کا پرائمری سطح کا فیصد 60.9 تھا جو اپر پرائمری میں گھٹ کر 40.5 اور سیکنڈری سطح پر تشویشناک حد تک گھٹ کر 23.9 ہوگیا۔ سچر کمیٹی کے مطابق مسلمانوں کے 40 فیصد بچے ساتویں جماعت کے بعد اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ بات جان کر بھی حیرت ہوگی کہ تقریباً 80 فیصد طلبہ بارہویں جماعت کی تکمیل کے بعد اعلیٰ تعلیم کی جانب رخ ہی نہیں کرتے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ طلبہ جاتے کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ بچے مختلف معاشرتی وجوہات جیسے اپنے خاندان کی مدد (کنبہ پروری) اسکولوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کی عدم دستیابی، والدین کے روزگار کی تلاش میں گھر سے باہر رہنے کی وجہ سے اپنے بھائی بہنوں کی دیکھ بھال کرنے یا پھر کم سنی میں شادی کی وجہ سے کم عمری میں ہی اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمان لڑکیوں کی شرح تعلیم بھی تشویشناک حد تک کم ہے۔ 2001 کی مردم شماری میں مسلمان لڑکیوں کی شرح خواندگی 50.01 تھا اور 2011 کی مردم شماری میں یہ 50.03 تک پہنچا یعنی دس سالوں میں صرف 02. فیصد کا ہی اضافہ ہوا۔ کوئی بھی قوم اپنی خواتین کی ترقی کے بغیر ترقی نہیں کرسکتی۔ اعلیٰ تعلیم میں بھی مسلمانوں کی شرح بدترین حد تک تنزلی کا شکار ہے۔ نیشنل سیمپل سروے آفس (NSSO) کے 66 ویں مرحلے (2009-2010) کے اعداد وشمار کے مطابق مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کا گراس انرولمنٹ تناسب (GER) 11.3 ہے جو دیگر اقلیتی طبقات سے بہت زیادہ کم ہے۔ جین مت میں GER کا تناسب 54.6 عیسائیوں کا 31.3، سکھوں کا 23.1 اور بدھ مت والوں کی اعلیٰ تعلیم کا گراس انرولمنٹ تناسب 17.9 ہے۔ مختصر یہ کہ حکومتوں کے متعصبانہ رویوں، کوتاہیوں اور نیک نیتی کے فقدان نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی میں اضافہ کیا ہے۔ سچر کمیٹی رپورٹ کی پیش کردہ چشم کشا حقائق کی روشنی میں ملک بھر میں اقلیتوں بالخصوص مسلم اقلیت کی تعلیمی پسماندگی کے ازالے کے لیے ازسرنو غور کرنے اور تعلیمی منصوبوں پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے جھوٹے دعوے: دنیا کے سب بڑے جمہوری ملک ہندوستان میں بسنے والی سب سے بڑی اقلیت (مسلمانوں) کی تعلیمی فراہمی کو یقینی بنانے کی غرض سے قومی پالیسیوں 1968، 1986 اور بالخصوص 1992 میں متعدد مراعات وتیقنات کو شامل کیا گیا۔ ان پالیسیوں کے ذریعے مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال کو بہتر بنانے، مختلف پروگرامس اور مدرسوں کی جدید صورت گری کے لیے اسکیمیں پیش کی گئیں۔ لیکن یہ تمام تجاویز مراعات کی کمی، نظریہ اور عمل کے مابین واضح فرق، قول وفعل میں تضاد، حکومت کی لاتعلقی اور نیک نیتی کے فقدان وغیرہ جیسی متعدد وجوہات کی بنا پر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکیں جس کی وجہ سے حقیقی صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور مسلمان تعلیمی طور پر مزید پسماندہ ہوتے چلے گئے۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ وزیراعظم کے 15 نکاتی پروگرام میں بیان کردہ رہنمایانہ خطوط 11 اور 12 کے باوجود سوائے اعداد وشمار کے کوئی اور تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ جہاں تک وزیراعظم کے 15 نکاتی پروگرام کا تعلق ہے تو اسے حتمی اختیارات (Powers Mandatory) حاصل نہیں ہیں اور اس کا وجود صرف مشوروں تک ہی محدود ہے۔ مذہبی اقلیتوں کے مسائل ومعاملات حل کرنے کے لیے اقلیتی کمیشن کو قانونی اختیارات تفویض نہیں کیے گئے۔

مسلمانوں کی معاشی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بنائی گئی اکثر وبیشتر اسکیمیں کاغذی صفحات تک ہی محدود رہیں۔ اب نئی قومی تعلیمی پالیسی 2020 کا نفاذ ہو رہا ہے، جس میں مسلمانوں کے تذکرے سے ہی گریز کیا گیا ہے، موجودہ حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے تئیں اختیار کردہ روش کو دیکھتے ہوئے کسی خوش فہمی کو ہرگز جگہ نہیں دی جاسکتی۔ مسلمانوں کو اپنی تعلیمی، سماجی اور معاشی فلاح و بہبود کے لیے دستوری جدوجہد کے ساتھ اپنے طور پر فکر وعمل سے کام لینے کی ضرورت ہے، آج مسلمانوں کو سیاسی رہنمائی سے زیادہ تعلیمی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ تعلیم سے آدمی میں ملی، سیاسی، سماجی شعور اپنے آپ بیدار ہوجاتا ہے۔ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات پر فضول خرچی کے بجائے سادگی سے کام لیں۔ ملت کی تعمیر میں ہر فرد بساط بھر تعاون دے۔ تعلیمی والنٹیرس کو تیار کریں۔ ہر مسجد میں لائبریری اور بک بینکس کو قائم کریں۔ اسلامی ادب وثقافت اور اردو زبان کے تحفظ کے لیے سنڈے کمیونٹی اسکولس کا قیام عمل میں لائیں۔ ترک تعلیم کرنے والے طلبہ کو خواہ کم سن ہوں یا ادھیڑ عمر انہیں فاصلاتی ذریعے تعلیم سے جوڑیں۔ شام کے وقت تعلیم بالغان اور دیگر مسابقتی امتحانات کی تیاری کے لیے فری کوچنگ سنٹرس بھی قائم کریں۔ ضامن روزگار کورسس کی تعلیم وتربیت کے لیے بڑے شہروں میں کم ازکم ایک ٹکنیکل ادارہ قائم کریں۔ ہر شہر وگاؤں میں بچوں کی رہنمائی ورہبری کے لیے کیمپس کا انعقاد عمل میں لائیں۔ تعلیمی ادارہ جات کی حکومت سے منظوری حاصل کریں تاکہ اسناد روزگار کے حصول میں کام آسکیں۔ تعلیمی اداروں کے لیے اقلیتی موقف اپنائیں، تاکہ دستوری مراعات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ تعلیمی کاز کی انجام دہی کے لیے ملت کے مخیّر حضرات اور محلے کے ہر فرد سے اس کی حیثیت کے مطابق زرتعاون حاصل کریں۔ شکایت، وسائل کی کمی اور مظلومیت کے دائرے سے باہر نکل کر مرد مومن کا تعمیری کردار پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے (سورہ رعد)۔ ناسازگار حالات سے مایوس نہ ہوں۔ وسائل کی کمی کو زیادہ محنت سے دور کیا جاسکتا ہے۔ وسائل کم ہوں تو اضافی محنت سے کام لیں۔ سسکتی بلکتی انسانیت کی مسیحائی کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔ صفوں کی کجی اور دلوں کے میل دور کریں اور اللہ کی خوشنودی کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اپنے اندر تقویٰ پیدا کریں۔ اللہ اور رسول کے اطاعت گزار بن جائیں۔ ان شاءاللہ وہ دن دور نہیں جب اللہ کی نصرت آجائے اور غموں کو خوشیوں اور مشکلوں کو راحتوں میں بدل دے۔

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے ☆☆ ☆☆ یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

WEEK ENDING-22/03/2021, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner